نصرة میگزین

ذی الحجہ 1443ھ - محرم 1444ھ | جولائی–اگست 2022ء
شمارہ-67

لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لاَ شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ، وَالنِّعْمَةَ، لَكَ وَالْمُلْكَ، لاَ شَرِيكَ لَكَ

امپورٹڈ نظام نامنظور

امریکہ اور اس کی جانب سے پاکستان میں اپنے ایجنٹوں کی تبدیلی

کیا عمران خان نے واقعی ایک جائز تحریک کو جنم دیا ہے جس میں دی جانے والی قربانیاں بار آور ثابت ہوں گی؟

امریکہ کی غلامی سے نجات کے لیے ہمیں ہر صورت جمہوریت کو مسترد کر کے نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت کو قائم کرنا ہو گا

فہرست

اداریہ 3

تفسیر سورۃ البقرۃ۔(228-230) 6

ازدواجی زندگی میں سکون اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اطاعت کے ذریعے پیدا ہوتا ہے 32

تیسرے خلیفہ راشد، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ 46

ہمارے میڈیا اور تفریحی صنعت کے حوالے سے امریکی منصوبہ 54

روس یوکرین کی دلدل میں دھنس رہا ہے 59

فتنے کے دور میں سچ کی جدوجہد کرو جس کے خاتمے کا وقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علم میں ہے 63

امپورٹڈ نظام نامنظور 69

امریکہ کی غلامی سے نجات کے لیے ہمیں ہر صورت جمہوریت کو مسترد کرکے نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت کو قائم کرنا ہوگا 76

کیا عمران خان نے واقعی ایک جائز تحریک کو جنم دیا ہے جس میں دی جانے والی قربانیاں بارآور ثابت ہوں گی؟! 81

سوال کا جواب: دعوت کی ذمہ داری اٹھانا فرض عین ہے یا فرض کفایہ 84

سوال کا جواب: رویت ہلال اور فلکیاتی حساب کتاب 88

سوال وجواب: امریکہ اور اس کی جانب سے پاکستان میں اپنے ایجنٹوں کی تبدیلی 97

میڈیا سرگرمیاں 108

اداریہ

تو پاکستان کے لیے نئے احکامات کیا ہیں، جو امریکہ نے اپنے نئے پیغام رساں، بلاول بھٹو زرداری کے ذریعے بتائے ہیں؟ 'امریکہ پاکستان تعاون' کا مطلب ہے کہ پاکستان بائیڈن کے علاقائی اور عالمی وژن(vision) کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے۔ 'علاقائی امن' کا مطلب ہے کہ پاکستان مقبوضہ کشمیر سے دستبردار ہو رہا ہے، جبکہ بھارت کے ساتھ معمول کے تعلقات کو آگے بڑھ رہا ہے۔ یہاں بائیڈن کا وژن پاکستان کے لیے یہ ہے کہ وہ مودی کے لیے آسانیاں پیدا کرے تاکہ مودی بائیڈن کا علاقائی پولیس مین بن سکے اور خطے کے مسلمانوں اور چین کا مقابلہ کرے۔ 'انسداد دہشت گردی' کا مطلب اسلامی تحریکوں کے خلاف صلیبی جنگ ہے، چاہے وہ عسکری ہوں جیسے کشمیری مجاہدین، یا سیاسی ہوں جیسے حزب التحریر۔ 'افغان استحکام' کا مطلب ہے طالبان کو اُس سیاسی اور معاشی نظام کا پابند کرنا جو استعماری مغرب نے مسلم دنیا کو غلام بنانے اور غریب کرنے کے لیے بنایا تھا۔ 'یوکرین کی حمایت' کا مطلب ہے بائیڈن کا پوٹن کو ایک طویل جنگ میں پھنسانے کا منصوبہ، جو یورپ اور روس کو افراتفری کی آگ میں جھونک دے گا، جبکہ چین کے لیے بائیڈن کے جال سے بچنے کے لیے آپشنز (مواقع) کم ہو جائیں گے۔ 'جمہوری اصولوں' کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کے علاوہ حکمرانی، تاکہ شرعی احکام کی خلاف ورزی اور پاکستان کی سلامتی اور معیشت کو نقصان پہنچانے والی قانون سازی کے لیے دروازے کھلے رہیں۔

امریکی میڈیا تک بلاول کو کھلی رسائی دی گئی، جیسا کہ اپنے پیغام رساں کو واپس بھیجنے سے پہلے رواج ہے، جو کہ اس بات کی تصدیق ہے کہ اُس نے وہ پیغام ہضم کر لیا ہے جو اسے لازمی پہنچانا ہے۔ بلاول نے نہ صرف اپنے آقا کے احکامات کا درست اظہار کیا بلکہ اس نے یہ بھی صحیح سمجھا کہ اُس کے آقا کے حکم کی تعمیل میں صرف اسلام ہی رکاوٹ ہے۔ 18 مئی 2022 کو سی این این کو دیے گئے انٹرویو میں بلاول نے کہا کہ وہ "اسلام کے پُرامن، ترقی پسند پیغام کو پھیلانے "پر توجہ مرکوز کرنے کے ساتھ ساتھ 'دہشت گردی' اور 'انتہا پسندی' کی بھرپور مخالفت کرے گا۔

مزید تصدیق کے طور پر کہ بلاول نے امریکہ کے احکامات کو سمجھ لیا ہے، 20 مئی 2022 کو چیئرمین پاکستان پیپلز پارٹی کے سیکرٹریٹ کے آفیشل ٹویٹر اکاؤنٹ MediaCellPPP@ نے ٹویٹس کا ایک سلسلہ جاری کیا۔ ٹویٹس یہ تھیں: "ہم نہ صرف عسکریت پسندوں کے ساتھ لڑ رہے ہیں بلکہ ایک نظریے اور بیانیے کے ساتھ بھی لڑ رہے ہیں۔"، "پاکستان امن کا حامی ہے، بالآخر مذاکرات اور سفارت کاری ہی حل ہے۔"، "ہم افغانستان کی نئی حکومت کو بتاتے ہیں کہ وہ اپنے بین الاقوامی وعدوں پر عمل کرتے رہیں"، اور "پاکستان امریکہ کے ساتھ اپنے تعلقات کے حوالے سے عدم تحفظ کا شکار نہیں ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ دنیا پاکستان اور بھارت دونوں کے وجود کے لیے کافی بڑی ہے"۔

اپنے نانا، ذوالفقار علی بھٹو، جو پہلے وزیر خارجہ اور پھر وزیر اعظم بنے تھے، کی راہ پر عمل کرتے ہوئے بلاول بھٹو زرداری نے امریکہ کی بات سنی اور اطاعت کی۔ اس طرح بلاول اب آنے والے سالوں میں پاکستان کی سلامتی اور اس کی مسلح افواج کی سمت کا تعین کرنے کے لیے موزوں امیدوار ہے۔ بائیڈن کے وژن کے تحت، بلاول پاکستان کے ساتھ ساتھ اُس کی مسلح افواج کے اندر اسلامی جذبات کو دبانے کی نگرانی کرے گا۔ بلاول کو امید ہے کہ وہ پاکستان کی مسلح افواج کی صلاحیتوں میں کمی کی نگرانی کرے گا، تاکہ وہ بھارتی فوج کے وسیع علاقائی کردار ادا کرنے کی راہ میں رکاوٹ نہ بنیں۔

پاکستان کی مسلح افواج کو دو میں سے کسی ایک راہ کا انتخاب کرنا ہے؛ ایک راہ گناہ اور عدم تحفظ کی جانب جاتا ہے جبکہ دوسرا جنت کمانے اور دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کی سلامتی کو یقینی بنانے کی جانب جاتا ہے۔ لہٰذا، فوجی افسران کے سامنے دو راستے ہیں، یا تو وہ 'غیر جانبدار' رہیں جبکہ باجوہ-شریف حکومت اپنے تباہ کن علاقائی وژن کو نافذ کر دے؛ یا پھر فوجی افسران نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت کے دوبارہ قیام کے لیے حزب التحریر کو نصرۃ دے کر اپنا شرعی فرض ادا کریں۔ درحقیقت یہ خلافت ہی ہو گی جو پاکستان، مسلمانوں اور اسلام کے خلاف بائیڈن کی سازشوں کو ناکام بنائے گی۔ یہ خلافت ہی ہو گی جو مسلم سرزمین کو ایک واحد طاقتور ریاست کے طور پر یکجا کر کے سلامتی کو یقینی بنائے گی۔ یہ خلافت ہی ہو گی جو توانائی سے مالا مال مسلم سرزمین کے وسائل کو ایک بیت المال کے تحت یکجا کر کے جیو اکنامک سیکیورٹی کو

یقینی بنائے گی۔ یہ خلافت ہی ہو گی جو مقبوضہ کشمیر کو آزاد کرا کے علاقائی سلامتی کو درپیش بھارتی خطرے کو ختم کرے گی اور یہ امر بھارت کی فتح کا پیش خیمہ ہو گا۔اور یہ خلافت ہی ہو گی جو دعوت اور جہاد کے ذریعے اسلام کی روشنی دنیا تک پہنچا کر دنیا کو کرپٹ مغربی تہذیب کے بوجھ سے نجات دلائے گی۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

"اور ہمارے ذمے تو بس صاف صاف پہنچا دینا ہے" (یس، 36:17)

فہرست

تفسیر سورۃ البقرۃ۔(230-228)

جلیل قدر عالم دین شیخ عطاء بن خلیل ابو الرشتہ کی کتاب "التیسیر فی اصول التفسیر" سے اقتباس

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلاَثَةَ قُرُوءٍ وَلاَ يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ إِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلاَحًا وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (228)الطَّلاَقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ وَلاَ يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلاَّ أَنْ يَخَافَا أَلاَّ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلاَّ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلاَ تَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُوْلَئِكَ هُمْ الظَّالِمُونَ (229)فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلاَ تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (230)

"طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں، ان کے لیے حلال نہیں کہ اللہ نے ان کے رحم میں جو پیدا کیا ہو اسے چھپائیں، اگر انہیں اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان ہو، ان کے خاوند اس مدت میں انہیں لوٹا لینے کے پورے حقدار ہیں اگر ان کا ارادہ اصلاح کا ہو اور عورتوں کے بھی ویسے ہی حقوق ہیں جیسے ان مردوں کے ہیں ، اچھائی کے ساتھ ہاں مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے(228)۔ یہ طلاقیں دو مرتبہ ہیں پھر یا تو اچھائی سے روکنا یا عمدگی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے اور تمہیں حلال نہیں کہ تم نے انہیں جو دے دیا ہے اس میں سے کچھ بھی لو، ہاں یہ اور بات ہے کہ دونوں کو اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکنے کا خوف ہو اس لیے اگر تمہیں ڈر ہو کہ یہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت رہائی پانے کے لیے کچھ دے ڈالے، اس میں دونوں پر کوئی گناہ نہیں یہ اللہ کی حدود ہیں خبر دار ان سے آگے نہ بڑھنا اور جو لوگ اللہ کی حدود سے تجاوز کر جائیں وہ ظالم ہیں(229)۔ پھر اگر اس کو (تیسری بار) طلاق دے دے تو اب اس کے لیے حلال نہیں جب تک کہ وہ عورت اس کے سوا دوسرے سے نکاح نہ کرے پھر اگر وہ بھی طلاق دے دے تو ان دونوں کو میل جول کر لینے میں کوئی گناہ نہیں،

بشرطیکہ یہ جان لیں کہ اللہ کی حدوں کو قائم رکھ سکیں، یہ اللہ تعالی کی حدود ہیں جنہیں وہ جاننے والوں کے لیے بیان فرمارہاہے(230)"۔

اللہ سبحانہ وتعالی نے سابقہ آیات میں شادی اور زوجین کے درمیان معاشرت کے بعض احکامات کو بیان کرنے کے بعد ان آیات میں طلاق سے متعلق احکامات کو بیان کیا:

1۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ عدت گزارنے والی آزاد عورتیں جنھوں نے اپنے شوہروں سے مباشرت کی اور جن کو طلاق ہوئی، شادی کے بغیر تین حیض تک انتظار کریں گی، اپنے حیض یا اپنے حمل کو پوشیدہ رکھنا ان کے لیے حرام ہے چاہے یہ کسی بھی سبب سے ہو کیونکہ عدت ان کے رحم کے حیض یا حمل کے حوالے سے ان کی سچائی کو بیان کرنے پر موقوف ہے جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر کی ہے۔ پھر طلاق رجعی یعنی ایک یا دو طلاق میں عدت کے دوران ان کے شوہروں کو ان سے رجوع کرنے کا حق حاصل ہے جیسا کہ بعد والی آیت میں ہے۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ یہاں، اپنی بیویوں سے رجوع کرنے والے شوہروں کو ترغیب دے رہے ہیں، یہ رجوع ازدواجی زندگی اور اچھی معاشرت میں اصلاح اور احسان کے ارادے سے ہو عورت کو تنگ کرنے کے لیے نہ ہو کہ نہ اس کو رکھے نہ چھوڑے۔

آیت کے اختتام پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عورت کی جانب سے مرد کے ان حقوق کے ادائیگی کے وجوب کو بیان کیا جن کو اللہ نے عورت پر واجب کیا ہے، اسی طرح مرد کی جانب سے عورت کے حقوق کی ادائیگی کے وجوب کو بیان کیا جن کو اللہ نے مرد پر واجب کیا ہے۔ یوں میاں بیوی دونوں سے ایک دوسرے سے متعلق احکامِ شرعیہ کی ادائیگی کا ایک جیسا مطالبہ کیا گیا ہے۔ جس وقت اللہ نے یہ بیان کیا کہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے اس کی وضاحت اللہ نے سورہ نساء کی آیت 34 میں بیان کی: **﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾ "مرد عورتوں پر نگران ہیں اس وجہ سے کہ اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ وہ اپنا مال خرچ کرتے ہیں"** (النساء: 34)۔ یعنی دیکھ بھال کے نگران ہیں اور

گھر کے ذمہ دار ہیں، گھر میں اس کا حکم چلے گا اور گھر والوں کا نفقہ اس کی ذمہ داری ہے اس کے علاوہ اس باب میں مرد سے متعلق احکامات کو بیان کیا عورت کے متعلق نہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں کہ ان کی مخلوقات کے حق میں کیا بہتر ہے اور مرد اور عورت کے لیے کون سے احکامات مناسب ہیں، وہی طاقت والا، غالب ہے جو اس پر قادر ہے کہ ان لوگوں کو سزا دے جو شرعی احکامات کی پاسداری نہیں کرتے، چاہے مرد ہو یا عورت، اور بے شک اللہ علم و حکمت والا ہے جو معاملات کے انجام کو جانتا ہے اور یہ بھی کہ کیا مناسب ہے اور کیا بہتر ہے۔

﴿**وَالْمُطَلَّقَاتُ**﴾ **"اور طلاق یافتہ خواتین"** یہاں "ال" عہد (خاص) کے لیے ہے یعنی یہ ان مخصوص آزاد طلاق یافتہ کے بارے میں ہے جن کے ساتھ مباشرت ہو چکی اور جن کو حیض آتا ہو، کیونکہ اس قسم کے علاوہ عورتوں کی عدت بھی الگ ہے یعنی تین حیض کے علاوہ ہے، جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ﴿**وَاللاَّئِي يَئِسْنَ مِنْ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنْ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلاَثَةُ أَشْهُرٍ وَاللاَّئِي لَمْ يَحِضْنَ وَأُوْلاَتُ الأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ**﴾ **"تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے ناامید ہو گئی ہوں، اگر انہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی بھی جنہیں حیض آنا شروع نہ ہوا ہو اور حاملہ عورتوں کی عدت ان کے وضع حمل ہے" (الطلاق: 4)۔**

اسی طرح وہ عورت جس کے شوہر کا انتقال ہو جائے، اس عورت کی عدت چار مہینے دس دن ہے، ﴿**وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا**﴾ **"تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں، وہ عورتیں اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن عدت میں رکھیں" (البقرۃ: 234)**۔ اسی طرح باندی دو حیض گزارے گی کیونکہ اس کی عدت آزاد عورت کے مقابلے میں آدھی ہے: الدار قطنی اور دیگر نے عائشہ رضی اللہ عنھا سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: **طلاق الأمة تطليقتان**

وعدتها حيضتان "باندی کی طلاق دو طلاق ہیں اور اس کی عدت دو حیض ہیں"(ترمذی 1102، ابوداود 1872)۔

اسی طرح وہ عورت جس نے اپنے شوہر کے ساتھ مباشرت نہ کی ہو اس کی کوئی عدت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، **﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا فَمَتِّعُوهُنَّ وَسَرِّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلاً﴾ "اے مومنو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر ہاتھ لگانے سے پہلے (ہی) طلاق دے دو تو ان پر تمہارا کوئی حق عدت کا نہیں جسے تم شمار کرو پس تم کچھ نہ کچھ انہیں دے دو اور بھلے طریقے سے انہیں رخصت کر دو"** (الأحزاب: 49) ۔

ہم نے کہا کہ **﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ﴾** میں (ال) عہد کے لیے ہے یعنی مخصوص طلاق یافتہ عورتیں جو آزاد ہیں جن کے ساتھ ان کے شوہروں کی مباشرت ہو چکی اور وہ عدت والی ہوں۔ یہ ہم نے اس آیت کے عمومی ہونے کی وجہ سے ترجیحا کہا، پھر اس کی تخصیص کی گئی جیسا کہ دیگر آیات اور احادیث میں آیا ہے، ان عورتوں کے بارے میں جو آزاد نہ ہوں، جن کے ساتھ مباشرت نہیں ہوئی، جو حیض والی نہ ہوں چاہے چھوٹی ہوں یا بڑی عمر کی، اور حمل والی عورتیں۔ یہ اس لیے کہ عام کی تخصیص میں زیادہ مناسب یہ ہے کہ تخصیص کے بعد باقی (یعنی عمومیت) زیادہ ہو۔ جس کی تخصیص کی گئی ہو وہ زیادہ نہ ہو جیسا کہ یہاں واضح ہے، یہی وجہ ہے کہ ہم نے (ال) کے عہد کے لیے عموم ہونے پر ترجیح دی جس کی تخصیص (دیگر آیات واحادیث میں) کی گئی ہو۔

استغراق اور عموم کی بجائے عہد کو ترجیح دینے کی وجہ اس ذکر سے بھی ہے **﴿يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ﴾ "اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں"**، یعنی یہ مخصوص عورتوں یعنی عدت والیوں کے لیے ہے۔

﴿يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ﴾ "اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں" یعنی تین حیض تک انتظار کریں گی یعنی ان کی عدت تین حیض تک ہے۔ رہی یہ بات کہ (قروء) کیا ہے؟ تو یہ لغت میں حیض اور طہر (حیض کے بعد کی پاکی) دونوں میں آتا ہے۔ راجح یہ ہے کہ یہ مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر یہاں (حیض) کے معنی میں ہے:

ا۔ روایت کی گئی ہے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ، میں مسلسل حیض والی عورت ہوں پاک نہیں ہوتی ہوں، کیا نماز چھوڑ دوں؟ فرمایا: **«لا، دعي الصلاة أيام أقرائك» "نہیں، صرف حیض کے دنوں میں نماز چھوڑو"** (احمد 24500، الدارمی: الطھارۃ نمبر 182 جہاں درج ہے، **«اجتنبي الصلاة أيام محيضك، اجلسي أيام أقرائك» "اپنے حیض کے ایام میں نماز سے اجتناب کرو اور قراء کے ایام میں بیٹھو"**۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قروء سے مراد حیض ہے، اپنے قروء کے دنوں میں یعنی اپنے حیض کے دنوں میں۔

ب۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا: **طلاق الامة تطليقتان وعدتها حيضتان " باندی کی طلاق دو طلاقیں ہیں اس کی عدت دو حیض ہیں"**۔ یہ آزاد عورت کے تین قروء یعنی تین حیض کے مقابلے میں ہے، آزاد عورت کی عدت کی آدھی (تین قروء کی آدھی ہے) یعنی دو قروء، یوں قروء دراصل حیض ہی ہے۔ اس حدیث کے حوالے سے یہ کہا گیا کہ اس کے ایک راوی (مظاہر بن اسلم) نے اس حدیث کے علاوہ کوئی روایت نہیں کی ہے، اس وجہ سے بعض نے ان کو مجہول کہا، تاہم ابن حبان نے ان کو ثقہ (قابل اعتماد) کہا ہے، حاکم نے کہا: مظاہر اہل بصرہ میں سے ایک شیخ ہیں، کسی ایک نے بھی ہمارے متقدمین مشائخ کی جانب سے ان پر جرح کا ذکر نہیں کیا۔ اس لیے یہ حدیث حسن ہے۔

رہی بات اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی، ﴿ **إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ** ﴾ **"جب تم (مسلمان) اپنی بیویوں کو طلاق دینا چاہو تو ان کی عدت (کے دنوں کے آغاز) میں انہیں طلاق دو"** (الطلاق: 1)، یعنی پہلی عدت کے آغاز میں، چونکہ شرعی طلاق وہ ہے جو حیض سے پاک ہونے کے بعد طہارت میں دی جائے یعنی عدت کی ابتداء پاکی ہے یوں قروء طہر (پاکی) کی طرف بھی اشارہ ہے جیسا کہ شیخین، امام بخاری اور امام مسلم، کی روایت میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو حالت حیض کی حالت میں طلاق دی اور عمرؓ نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ غصہ ہوئے اور فرمایا، **مره فليراجعها ثم ليمسكها حتى تطهر قبل أن تمس، فتلك العدة التي أمر الله تعالى أن يطلق لها النساء "اس کو حکم دو کہ اس سے رجوع کرے پھر اس کو پاک ہونے تک چھوڑنے سے قبل اپنے پاس رکھے، یہی وہ عدت ہے جس کے مطابق اللہ نے عورتوں کو طلاق**

دینے کا حکم دیا ہے" (ترمذی 4850)۔ اس حدیث کا معنی، **يطلق لها النساء "عورتوں کو طلاق دینا"**، کے جملے میں (لام) کے معنی پر موقوف ہے اور اس حالت میں (لام) مشترکہ معنی والا ہوتا ہے: کبھی وقت کے شروع کے لیے آتا ہے جیسے كتبت لغرة كذا "میں نے فلاں کی ابتداء کے لیے لکھا"۔ پس فعل اس میں انجام پایا یعنی وقت کے داخل ہونے کے ساتھ۔ کبھی وقت کے بعد آتا ہے جیسے كتبته لليلة خلت من كذا "میں نے اس کو اس رات لکھا جو فلاں سے گزری" یعنی فعل وقت کے بعد انجام پایا۔ کبھی وقت سے قبل آتا ہے جیسے كتبته لليلة بقيت من كذا "میں نے اس کو اس رات لکھا جو فلاں سے باقی تھی" یعنی فعل وقت سے پہلے انجام پایا۔ لہٰذا قرینہ ہی مقصود معنی کو واضح کرتا ہے۔

اور یہاں آیت میں لفظ ﴿ **لِعِدَّتِهِنَّ** ﴾ **"عدت کے دنوں میں"**، طلاق کے واقع ہونے کے قرینے کی وجہ سے ان کی عدت شروع ہونے سے پہلے ہے، کیونکہ طلاق عدت شروع ہونے سے پہلے واقع ہوتی ہے، یوں اس حدیث میں، **فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللَّهُ أَنْ يُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ "یہ وہ عدت ہے جس کے ساتھ اللہ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے"** (مسلم)، یعنی عورتوں کو ان کی عدت سے قبل طلاق دینا۔ لہذا یہ (قروء) کو (حیض) کے معنی میں لینے جیسا ہے جن میں کوئی تضاد نہیں جیسا کہ ان دونوں احادیث میں ہے جن کو میں نے ابتداء میں ذکر کیا اور ابن عمرؓ کے موضوع میں شیخین کی حدیث کے درمیان تضاد نہیں۔ لہٰذا عدت حیض سے شروع ہوتی ہے اور جب رسول اللہ ﷺ کو علم ہوا کہ ابن عمرؓ نے اپنی بیوی کو حیض کے دوران طلاق دی ہے تو آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ ان سے رجوع کرے یہاں تک کہ حیض ختم ہو جائے اور وہ پاک ہو جائے تو پاکی کی حالت میں اس کو طلاق دے اور اس کی عدت آنے والے حیض سے شروع ہو گی۔ چنانچہ شریعت کے مطابق طلاق وہ ہے جو اس طہارت کی حالت میں دی جائے جس میں عورت کو چھوا نہ ہو اور جو آنے والی حیض سے پہلے ہوتی ہے، پھر اس حیض کے بعد دو مزید حیض گنے گا تو یہ تین قروء بن جائیں گے۔ یوں اپنے شوہر کے ساتھ مباشرت کی گئی آزاد عورت کی عدت مکمل ہو جائے گی۔

یہ نہیں کہا جائے گا کہ آیت ﴿ **يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ** ﴾ **"اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں"**، میں عدد ثلاثۃ مونث ہے تو معدود (قروء) مذکر ہے تو قروء (حیضات) کے معنی میں کیسے ہو گا جو کہ

حیضۃ کی جمع ہے کیونکہ ایسی صورت میں عدد مذکر (ثلاث) ہونا چاہیے، کیونکہ عدد اور معدود، تذکیر و تانیث میں ایک دوسرے کے متضاد ہوتے ہیں؟ یہ نہیں کہا جائے گا کیونکہ اگر معدود لفظ مذکر ہو تو اس کے معنی سے قطع نظر عدد کا مونث ہونا جائز ہے جیسا کہ ہم کہتے ہیں له ثلاث من البط ذكور "اس کے پاس چار مذکر بطخیں ہیں"۔ یہاں معدود البط کے مونث ہونے کی وجہ سے عدد کو مذکر کیا گیا، البط جمع ہے بطة کی، جو مونث ہے۔ اسی طرح لفظ (قروء) 'حیض' جمع ہے لفظ (قرء) کی، جو مذکر ہے، اسی لیے اس کے ساتھ عدد کو مونث لانا جائز ہے۔ عدد لفظ کے مطابق بھی آتا ہے اور معنی کے مطابق بھی، لفظ کا تو ہم نے ذکر کر دیا جہاں تک معنی کے مطابق ہونے کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے، ﴿**وَقَطَّعْنَاهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ أَسْبَاطًا أُمَمًا**﴾ **"اور ہم نے ان کو بارہ الگ الگ قوموں کے گروہوں میں تقسیم کیا"** (الاعراف: 160)۔ یہاں عدد (بارہ) مونث ہے اور معنی کے لحاظ سے معدود (الگ الگ قوموں کے گروہ) کے مطابق ہے، یعنی معدود کے لفظ (سبط/اسباط) کا اعتبار نہیں کیا گیا ہے جو مذکر شکل میں ہے بلکہ اس کے معنی (فرقہ /فرق) کا اعتبار کیا گیا ہے جو مونث شکل میں ہے۔

اس وجہ سے ہم نے کہا کہ (القروء) کے معنی میں راجح یہ ہے کہ اس سے مراد حیض ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث فاطمہ بنت ابی حبیش کے حوالے سے اس موضوع میں صریح ہے: **دعي الصلاة ايام اقرائك "اپنے حیض کے دنوں میں نماز چھوڑ دو"**۔ اسی طرح باندی کی عدت کے حوالے سے عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث صریح ہے جس میں (حیضتان) "دو حیض" کا ذکر ہے۔ اسی طرح اللہ تعالی کے ارشاد ﴿ **لِعِدَّتِهِنَّ** ﴾ **"عدت کے دنوں میں"** (سورۃ التحریم: 1)، میں لام اور شیخین کی حدیث **يطلق لها النساء "عورتوں کو طلاق دینا"** کے معنی میں ہے، عدت شروع ہونے سے قبل، جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا۔ دلائل کو یکجا کرنے سے قروء کے معنی حیض کے ہونے کو ترجیح حاصل ہوتی ہے اور عدت تین مسلسل حیض ہوگی۔

﴿ **وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَٰلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا**﴾ **"ان کے خاوند اس مدت میں انہیں لوٹا لینے کے پورے حقدار ہیں اگر ان کا ارادہ اصلاح کا ہو"**۔ ﴿**بُعُولَتُهُنَّ**﴾ **"ان کے شوہر"** یعنی ان عورتوں کے شوہر۔ بعول جمع ہے بعل (شوہر) کی جیسے عم اور عمومة جس کا معنی ہے چچا۔

﴿أَحَقُّ﴾ **"پورے حقدار"** یہاں حقیق (حق) کے معنی میں ہے، اس کی تعبیر مبالغے کے لیے تفضیل کے صیغے سے کی گئی۔

﴿بِرَدِّهِنَّ﴾ **"انہیں لوٹا لینے کے"** یعنی عدت کے دوران ان کو واپس لانے کے لیے اگر طلاق رجعی ہو جیسا اگلی آیت میں فرمایا۔

﴿فِي ذَلِكَ﴾ **"اس (مدت) میں"** یعنی انتظار کا وقت، عدت کا عرصہ۔

معنی یہ ہے کہ ان کے شوہروں کو طلاق رجعی میں عدت کے دوران رجوع کا حق ہے۔

﴿إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا﴾ **"اگر ان کا ارادہ اصلاح کا ہو"**، اس میں شوہروں کو ترغیب دی گئی ہے کہ عدت کے دوران اپنی بیویوں سے رجوع کے وقت ان کا ارادہ اصلاح اور حسن معاشرت کا ہو۔

اس کو شرط کے طور پر سمجھنا درست نہیں یعنی رجوع شوہر کی جانب سے اصلاح کے ارادے پر موقوف نہیں۔ شوہر کی نیت جو بھی ہو، اگر رجوع کرتا ہے تو رجوع درست ہے۔ ابن عمرؓ کی حدیث میں جب انہوں نے اپنی بیوی کو حیض میں طلاق دی تو رسول اللہ ﷺ نے عمرؓ کو حکم دیا کہ اپنے بیٹے سے کہو کہ اس سے رجوع کرے، پھر جب وہ پاک ہو جائے، دوبارہ حیض آنے تک اس کو اپنے پاس رکھے اس حیض کے بعد دوبارہ پاک ہو تو چاہے اپنے ساتھ رکھے یا طلاق دے۔ یہاں واضح ہے کہ رجوع ازدواجی تعلق کے لیے نہیں تھا یعنی اصلاح کے لیے نہیں، اس کے باوجود رجوع درست تھا۔

تاہم جو شوہر اپنی بیوی کو ستانے کے لیے اس سے رجوع کرتا ہے تاکہ اس کی عدت پوری نہ ہو اور وہ ازدواجی تعلقات کے لیے نہیں بلکہ اس کو ستانے کے لیے اپنے نکاح میں رکھتا ہے تو یہ قرآن کی اس نص سے گناہ ہے: ﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِتَعْتَدُوا وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا﴾ **"جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت ختم کرنے پر آئیں تو اب انہیں اچھی طرح بساؤ، یا بھلائی کے**

ساتھ الگ کردو اور انہیں تکلیف پہنچانے کی غرض سے ظلم وزیادتی کے لیے نہ روکو، جو شخص ایسا کرے اس نے اپنی جان پر ظلم کیا اور تم اللہ کے احکامات کو ہنسی کھیل نہ بناؤ" (البقرة: 231)۔ یہ نہی جازم ہے یعنی ستانے کے لیے عورت کو روکے رکھنا حرام ہے۔

2۔ دوسری آیت میں اللہ یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ طلاق جو مرد کے پاس ہے اور پھر عدت کے دوران اپنی بیوی سے رجوع کرنا، وہ دو بار ہے: ﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ﴾ "طلاق دو مرتبہ ہے"۔ یہاں لفظ الطلاق کا ذکر تطلیق "طلاق دینا" کے معنی میں ہے جیسے السلام اور التسلیم "سلام کرنا"۔ اگر پہلی طلاق دے دے تو عدت کے دوران رجوع کر سکتا ہے اور اس میں بیوی کی رضامندی شرط نہیں، اگر اس کی عدت گزرنے تک اس سے رجوع نہ کرے تب وہ اپنے سابق شوہر کے لیے اجنبی بن جائے گی سوائے اس کے کہ وہ دوبارہ اس سے نکاح کرے اور نیا مہر ادا کرے یعنی اس صورت میں کسی بھی دوسرے نکاح کی طرح عورت کی رضامندی شرط ہے، فقہ میں اس حالت کو بینونہ صغریٰ "چھوٹی علیحدگی" کا نام دیا جاتا ہے۔

اسی طرح اگر اس کو دوسری طلاق دے دے، اسلام میں مرد صرف ان دو طلاقوں میں ہی رجوع کا مالک ہوتا ہے۔ ترمذی نے عروۃ سے، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: "لوگ ایسے تھے کہ ایک شخص جب چاہتا، اپنی بیوی کو طلاق دیتا اور وہ اس کی بیوی رہتی تھی، جب چاہتا اس کو واپس لے لیتا جبکہ وہ عدت میں ہوتی تھی، چاہے اس کو سو یا اسے بھی زیادہ طلاق دی ہو، یہاں تک کہ ایک آدمی اپنی بیوی سے کہتا کہ اللہ کی قسم میں تمہیں طلاق نہیں دوں گا، الگ ہو جاؤ، میں تمہیں کبھی جائے پناہ بھی نہیں دونگا۔ عورت کہتی، وہ کیسے؟ آدمی کہتا: میں تمہیں طلاق دوں گا اور جیسے ہی تمہاری عدت پوری ہونے لگے گی تم سے رجوع کروں گا۔ ایک عورت عائشہؓ کے پاس گئی اور ان کو بتایا، عائشہؓ خاموش رہیں یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ کو بتایا، رسول اللہ ﷺ بھی خاموش رہے یہاں تک کہ قرآن نازل ہو گیا ﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾ "طلاق دو مرتبہ ہے اس کے بعد یا تو اچھائی کے ساتھ رکھنا یا پھر بھلائی کے ساتھ رخصت کرنا ہے"۔ یوں مرد کی جانب سے طلاق رجعی کی آخری حد، دو طلاقیں ہیں" (ترمذی 1113)۔

اگر بیوی اپنے شوہر کے پاس ہو اور دونوں طلاق گزر جائیں جس کے دوران وہ اس سے رجوع کرے تو رجوع کے ساتھ ہی طلاق رجعی کا اس کا حق ختم ہو گیا اور اب دو باتیں ہیں:، ﴿ **فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ** ﴾ **"ان کو بھلائی سے رکھو"**، یعنی شادی کو برقرار رکھنا، حسن سلوک اور حسن معاشرت سے پیش آنا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور ایک دوسرے کے ازدواجی حقوق اور فرائض ادا کرنا۔ یا پھر، ﴿ **أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ** ﴾ **"بھلے طریقے سے رخصت کرو"** یعنی اس کو تیسری طلاق دے جیسے تیسری آیت میں اسی کو بیان کیا، ﴿ **فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ** ﴾ **"پھر اگر اس کو (تیسری بار) طلاق دے دے تو اب اس کے لیے حلال نہیں"** (البقرۃ: 230)۔ لفظ ﴿ **بِإِحْسَانٍ** ﴾ **"بھلائی سے"** اس بات کی دلیل ہے کہ طلاق کے معاملے میں ان کو مت ستاؤ ان کا حق مت کھاؤ ان کو تنگ مت کرو جیسا کہ اگلی آیات میں فرمایا ﴿ **وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِتَعْتَدُوا** ﴾ **"اور ان کو ستانے کے لیے روکے مت رکھو"** (البقرۃ: 231)۔

رہی یہ بات کہ ہم نے اس آیت ﴿ **فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ** ﴾ **"اس کے بعد یا تو اچھائی کے ساتھ رکھنا یا پھر بھلائی کے ساتھ رخصت کرنا ہے"**، اس کے حوالے سے یہ کیوں کہا، تو یہ دو طلاقوں کے گزرنے کے بعد ہے یعنی یہ دو طلاقوں کے گزرنے کے بعد اپنے شوہر کے پاس موجود بیوی کے لیے ہے۔ ہم نے یہ نہیں کہا کہ یہ پہلی اور دوسری طلاق کے بعد رجوع کیلئے ہے، کیونکہ پہلی دو طلاقوں میں یا تو وہ اس کو اچھے طریقے سے اپنے پاس روکے گا یا رجوع نہیں کرے گا اور وہ عدت گزارے گی اور بھلائی سے رخصت ہو کر اس نکاح سے آزاد ہو جائے گی۔

اس کا سبب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیسری طلاق بھلے طریقے سے رخصت کرنا ہے۔ یوں معنی وہی بن گیا جو ہم نے کہا: وہ بیوی جو اپنے شوہر کے پاس ہی ہو، اگر اس کی دونوں طلاقیں گزر گئی تو اس کا شوہر اس صورت یا تو بھلائی کے ساتھ اس کے ساتھ زندگی جاری رکھے گا، حسن معاشرت اور حسن سلوک کا مظاہرہ کرے گا یا تیسری طلاق سے اچھائی کے ساتھ رخصت کرے گا۔ ابن مردویہ نے انسؓ بن مالک سے روایت کی ہے کہ: ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ

!اللہ نے دو مرتبہ طلاق کا ذکر کیا تو یا تیسری کہاں سے آگئی؟ فرمایا: **إمساك بمعروف أو تسريح بإحسان "بھلائی کے ساتھ روکنا یا اچھائی کے ساتھ رخصت کرنا"**۔ اور ابن ابی حاتم نے ابی رزین اسدی سے روایت کی ہے کہ پوچھا گیا، تیسری کہاں ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **تسريح بإحسان "بھلائی کے ساتھ رخصت کرنا"**(الدر المنثور664/2، تفسیر ابن کثیر، المھذب78/2)

اس کے بعد اللہ سبحانہ وتعالی نے واضح کیا کہ شوہر کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی بیوی کو جو کچھ مہر میں دے چکا ہو، طلاق دیتے وقت اس میں سے کچھ بھی واپس لے۔ بلکہ اگر ایک شوہر اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہے تو اسے بھلائی کے ساتھ طلاق دینی چاہیے، یعنی اس سے کچھ بھی واپس لینے کی نقصان دیے بغیر ایسا کرنا چاہیے۔ اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا، **﴿وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا﴾ "اور تمھارے لیے حلال نہیں کہ جو کچھ انہیں دے چکے ہو اس میں سے کچھ بھی لے لو"**(البقرۃ:229)۔

لیکن اللہ سبحانہ وتعالی نے اس میں سے ایک حالت کا استثنی کیا جس میں مرد کے لیے اپنی بیوی سے (مال) لینا جائز ہے اور اس حالت کو (خلع) کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ تب ہوتا ہے جب بیوی شوہر کو ناپسند کرے اور اس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے سے انکار کرے۔ اس سبب کا تعلق شوہر سے نہیں خود بیوی کے ساتھ ہے۔ اس حالت میں اس عورت کے لیے مباح ہے کہ وہ اپنے شوہر کو اپنے خلع کا فدیہ ادا کرے یعنی شوہر نے مہر کی صورت میں جو کچھ دیا تھا وہ اس کو بغیر کسی اضافے کے واپس دے اور امام (خلیفہ یا اس کے نائب) کی اجازت سے نکاح کے عقد کو فسخ (ختم) کرے۔ اس سے خلع کی صورت حال واضح ہوتی ہے چنانچہ شوہر اس خلع کی صورت میں اس کو واپس لینے کا حق نہیں رکھتا، لیکن نئے عقد اور نئے مہر کے ساتھ اس کے ساتھ دوبارہ نکاح جائز ہے۔

رہی یہ بات کہ ہم نے کیوں کہا کہ (خلع) بیوی کے سبب سے ہو سکتا ہے کیونکہ کتاب وسنت یہی کہتے ہیں: جہاں تک قرآن کی بات ہے تو وہ یہ کہتا ہے کہ طلاق مرد کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور وہ جب بیوی کو پسند نہیں کرتا یا اس کو ساتھ رکھنا نہیں چاہتا تو اس کو طلاق دے سکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے بیوی کو طلاق دینے تک اس کے بعض حقوق سے

دستبردار ہونے کے لیے اور اس کو ستانے کو شوہر پر حرام کر دیا ہے، بلکہ وہ چاہے تو اس کو بھلائی کے ساتھ اس کو رکھے یا بھلائی کے ساتھ اس کو رخصت کرے اس کو جو کچھ دیا تھا اس میں سے کچھ واپس لے کر اس کو ستائے نہیں۔ اللہ نے فرمایا: ﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلاَ تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِتَعْتَدُوا ﴾ **"جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت ختم کرنے پر آئیں تو اب انہیں اچھی طرح بساؤ، یا بھلائی کے ساتھ الگ کر دو اور انہیں تکلیف پہنچانے کی غرض سے ظلم وزیادتی کے لیے نہ روکو"(البقرۃ: 231)**، یعنی اگر تم بیویوں کو رکھنا نہیں چاہتے اور ان کو طلاق دینا چاہتے ہو تو ان کو بھلے طریقے سے طلاق دو، ان کے حقوق غصب کرنے کے لیے ان کو نہ چاہتے ہوئے بھی روکے نہ رکھو تاکہ عورت اپنی طلاق کے لیے مجبوراً اپنے بعض حقوق سے دستبردار ہو۔

یہی وجہ ہے کہ اگر سبب مرد کی طرف سے ہو اور وہ اس بیوی کو رکھنا نہیں چاہتا ہو تو اس کو چاہیے کہ اس سے کچھ لیے بغیر اس کو طلاق دے، اس آیت کی تفصیل ہم آگے بیان کریں گے ان شاءاللہ۔

چونکہ طلاق مرد کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور اگر وہ اپنی بیوی کو بھلے طریقے سے طلاق نہیں دینا چاہتا تو اس کی بیوی کی طرف سے خلع ہوگا یعنی عورت مرد کو فدیہ ادا کرے گی۔ یہ اس صورتحال میں ہے جب بیوی اپنے شوہر کے ساتھ نہ رہنا چاہتی ہو جبکہ اس کا شوہر اس کے ساتھ رہنے پر راضی ہو۔

جہاں تک سنت کی بات ہے تو اس آیت کے نزول کا سبب ہی ایک عورت کی جانب سے اپنے شوہر کو نہ چاہنا ہے۔

ابن ماجہ نے عمدہ اسناد کے ساتھ ابن عباسؓ سے روایت کی ہے: أَنَّ جَمِيلَةَ بِنْتَ سَلُولَ، أَتَتِ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَتْ وَاللَّهِ مَا أَعْتِبُ عَلَى ثَابِتٍ فِي دِينٍ وَلاَ خُلُقٍ . وَلَكِنِّي أَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الإِسْلاَمِ لاَ أُطِيقُهُ بُغْضًا . فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم **«أَتَرُدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ»** قَالَتْ نَعَمْ فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم . أَنْ يَأْخُذَ مِنْهَا حَدِيقَتَهُ وَلاَ يَزْدَادَ "جمیلہ بنت سلول نبی ﷺ کے پاس آئی اور کہا: اللہ کی قسم ثابت بن قیس دین اور اخلاق کے حوالے سے میرے لیے سخت نہیں مگر میں اسلام لانے کے بعد کفر سے نفرت کرتی ہوں، بغض کی وجہ سے اس کو برداشت نہیں

کر سکتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: **کیا تم اس کو اس کا باغ واپس کرتی ہو؟** کہا: جی ہاں۔ تب آپ ﷺ نے اس کو حکم دیا کہ اپنا باغ واپس لے لے اس کے علاوہ کچھ اور نہیں" (ابن ماجہ)۔

اور ابن جریر نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ: **إن أول خلع كان في الإسلام في أخت عبد الله بن أبي امرأة ثابت بن قيس، أتت رسول الله فقالت: يا رسول الله لا يجمع رأسي ورأسه شيء أبداً، إني رفعت جانب الخباء فرأيته قد أقبل في جماعة فإذا هو أشدهم سواداً وأقصرهم قامة وأقبحهم وجهاً. فقال زوجها: يا رسول الله إني أعطيتها أفضل مالي حديقة لي، فإن ردت عليّ حديقتي. قال: ما تقولين؟ قالت: نعم، وإن شاء زدته. قال: ففرَّقَ بينهما "اسلام میں پہلا خلع عبد اللہ بن ابی کی بہن، ثابت بن قیس کی بیوی کا تھا، وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کوئی چیز میرے اور اس کے سر کو کبھی اکٹھا نہیں کر سکتی، جب میں نے گونگٹ کا سرا اٹھا کر اس کو دیکھا وہ ایک ٹولے کے ساتھ آرہا تھا اور وہی ان میں سے سب سے کالا، سب سے پست قد اور اس کا چہرہ سب سے بدصورت تھا۔ اس کے شوہر نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے اس کو اپنا سب سے بہترین مال اپنا باغ دیا ہے، یہ میرا باغ مجھے واپس کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم کیا کہتی ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں اگر یہ چاہے میں مزید بھی کچھ دیتی ہوں۔ آپ ﷺ نے ان کے درمیان جدائی کردی"** (احمد، الدر المنثور، تفسیر الطبری)۔ اسی قسم کی روایت امام احمد نے عبد اللہ بن عمرؓ سے بھی کی ہے، اسی طرح سہل بن ابی حثمۃ سے بھی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اگر عورت اپنے شوہر سے نفرت کرتی ہو اور اس کے ساتھ رہنا ممکن نہ ہو جبکہ شوہر اس کے ساتھ رہنا چاہتا ہو تو اس کو چاہیے کہ اگر عورت اس کا دیا ہوا مہر اس کو واپس کر کے اس سے خلع لے تو وہ قبول کرے۔

اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ: **﴿إِلاَّ أَنْ يَخَافَا أَلاَّ يُقِيمَا حُدُودَاللهِ﴾ "سوائے اس کے کہ دونوں ڈریں کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے"**، کیوں ازدواجی زندگی میں شرعی حدود کو قائم نہ رکھ سکنے کی نسبت ان دونوں کی طرف کی گئی ہے، صرف بیوی کی طرف نہیں کی گئی؟ جواب یہ ہے کہ بیوی کی جانب سے شوہر سے

بغض و نفرت اور اس کی اطاعت نہ کرنے سے شوہر متاثر ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں دونوں کی جانب سے اللہ کی حدود کو قائم نہ کرنے کا خوف ہے۔ اور اللہ سبحانہ و تعالی کا فرمان ہے ﴿إِلاَّ أَنْ يَخَافَا﴾ **"سوائے اس کے کہ دونوں ڈریں"** یعنی یہ کہ دونوں توقع کریں تو معنی یہ ہوگا: مگر یہ کہ عورت اپنے شوہر سے بغض رکھے اور اس کو نہ چاہے جس کے نتیجے میں میاں بیوی یہ توقع کریں کہ وہ ازدواجی زندگی میں اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے، اسی لیے اللہ تعالی کے اس فرمان ﴿ إِلاَّ أَنْ يَخَافَا أَلاَّ يُقِيمَا حُدُودَاللهِ ﴾ **"سوائے اس کے کہ دونوں ڈریں کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے"** اور شوہر کے ساتھ زندگی نہ گزارنے کا بیوی کی طرف سے ہونے میں کوئی تعارض (ٹکراؤ) نہیں۔ تاہم بیوی کی جانب سے شوہر سے خلع لینا اس وقت مباح ہے جب کوئی سبب موجود ہو جس کی وجہ سے وہ اپنے شوہر سے بغض اور نفرت کرتی ہو اور جس کے نتیجے میں میاں بیوی کی جانب سے ازدواجی زندگی میں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھنے کا خوف ہو۔ تاہم کسی ایسے سبب کے بغیر شوہر سے خلع مانگنا عورت کے لیے حرام ہے جس کی وجہ سے اللہ کی حدود کو قائم رکھنے کا خوف نہ ہو۔ اللہ سبحانہ و تعالی کا فرمان ہے، ﴿ إِلاَّ أَنْ يَخَافَا أَلاَّ يُقِيمَا حُدُودَاللهِ ﴾ **"سوائے اس کے کہ دونوں ڈریں کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے"**۔ اسی کی وضاحت رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں کی ہے: **إن المختلعات المنتزعات هن المنافقات "اپنے شوہروں سے دور ہونے والیاں، خلع لینے والیاں ہی منافق ہیں"** (النسائی 3407)۔ دوسری روایت میں رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام ثوبان سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **المختلعات هن المنافقات "خلع لینے والیاں ہی منافق ہیں" (ترمذی 1107)**۔ یعنی جو بغیر کسی ایسے سبب کے اپنے شوہروں سے خلع مانگتی ہیں جس کی وجہ سے ازدواجی زندگی میں اللہ کے حدود کو قائم نہ رکھنے کی توقع ہو۔ یہ خلع کے مباح ہونے کی صورت جن کا ہم نے پہلے ذکر کیا اور بیوی کی جانب سے خلع مانگنے کے حرام ہونے کی صورت جو مذکورہ دو حدیثوں میں ہیں، ان دونوں صورتوں کے دلائل کو جمع کر کے مستنبط شدہ ہے۔

رہی یہ بات کہ ہم نے یہ کیوں کہا کہ میاں بیوی کے لیے اس حالت میں خلع مباح ہے کیونکہ خلع فرض نہیں۔ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ، ﴿ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ﴾ **"تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ عورت فدیہ**

دے کر رہائی پالے"، یعنی اگر عورت فدیہ دیتی ہے اور مہر واپس کر دیتی ہے تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں، دونوں کے لیے یہ مباح ہے۔ اسی طرح شوہر کی جانب سے مہر کی واپسی کو قبول کر کے اس کو رہا کرنا اس کے لیے کوئی گناہ نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر شوہر بدستور اپنی بیوی کے حقوق ادا کرتا ہے مگر بیوی نافرمانی کرتی ہے اور اطاعت نہیں کرتی اور اس کے ساتھ زندگی گزارنے کو رد کرتی ہے، اس حال میں اللہ شوہر پر یہ فرض کرتا ہے ﴿**فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ**﴾ **"انہیں نصیحت کرو اور انہیں الگ بستروں پر چھوڑ دو، (پھر بالآخر) انہیں مارو"** (النساء 34)، اس کے علاوہ شوہر پر کچھ اور فرض نہیں کیا جیسا کہ طلاق یا خلع۔

رہی یہ بات کہ ہم نے کیوں کہا کہ عورت کو جو کچھ دیا ہے اس سے زیادہ واپس لینا درست نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ ابن عباسؓ کی روایت کردہ اس سابقہ حدیث میں فرماتے ہیں جس کو ابن ماجہ نے روایت کی ہے، «**فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ يَأْخُذَ مِنْهَا حَدِيقَتَهُ وَلاَ يَزْدَادَ**» **"نبی ﷺ نے حکم دیا کہ اپنا باغ واپس لے مزید کوئی چیز نہیں"** (ابن ماجہ 2046)۔ اسی طرح ابو زبیر کی حدیث میں جس کو الدار قطنی نے روایت کی ہے: **قال النبي إلى امرأة ثابت بن قيس: أتردين عليه حديقته التي أعطاك؟ قالت: نعم وزيادة. فقال النبي أما الزيادة فلا "نبی ﷺ نے ثابت بن قیس کی بیوی سے فرمایا: "کیا تم اس کے اس باغ کو اس کو واپس کرو گی جو اس نے تمہیں دیا تھا؟ اس نے کہا: جی ہاں مزید بھی۔ فرمایا: مزید کچھ نہیں"** (ابن ماجہ 2046)۔ یہ سب اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ شوہر بغیر کسی اضافے کے وہی مہر واپس لے سکتا ہے جو اس نے ادا کیا تھا۔

یہ نہیں کہا جائے گا کہ آیت ﴿ **فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ**﴾ **"تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ عورت فدیہ دے کر رہائی پالے"** میں لفظ "فیما" عموم کا فائدہ دیتا ہے اس لیے مرد دیئے ہوئے مہر سے زیادہ لے سکتا ہے۔ یہ نہیں کہا جائے گا کیونکہ اگرچہ لفظ عموم کے لیے ہے مگر اس کی تخصیص ان احادیث سے ہوئی جن کا ہم نے ذکر کیا ہے کہ جن میں کہا گیا ہے کہ دیئے ہوئے مہر سے زیادہ لینا اس کے لیے جائز نہیں۔

رہی یہ بات کہ (خلع) امام یا اس کے نائب جیسے قاضی یا جو بھی ہو، اس کے حکم میں ہے یہ اس لیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿**إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ**﴾ **"اگر دونوں کو اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکنے کا خوف ہو اس لیے اگر تمہیں ڈر ہو کہ یہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت رہائی پانے کے لیے کچھ دے ڈالے، اس میں دونوں پر کوئی گناہ نہیں"**۔ یعنی زوجین یہ توقع کریں کہ وہ اپنی ازدواجی زندگی میں اللہ کے حدود کو قائم نہیں کر پائیں گے اور اپنی ازدواجی زندگی سے متعلق شرعی احکامات کو نافذ نہیں کر پائیں گے۔

تاہم بات یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خلع کے جواز کو صرف زوجین کی جانب سے اللہ کی حدود قائم نہ کر سکنے پر موقوف نہیں کیا بلکہ ایک اور شرط رکھی کہ اگر تمہیں اس بات کا خوف ہو کہ یہ میاں بیوی اللہ کی حدود کو قائم نہیں کر پائیں گے یعنی اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کی جانب سے اللہ کی حدود کو قائم نہ کر پانے کی صورت میں خلع کا فیصلہ کرنے کو تیسرے فریق کی ذمہ داری قرار دیا کہ وہ حدود کو قائم نہ کر سکنے کی زوجین کی توقع کو جانچے اور واضح بات ہے کہ یہاں خطاب کے صیغے کو تثنیہ سے جمع میں تبدیل کیا یعنی یہ تیسرا فریق زوجین کے علاوہ ہے۔

زوجین کے علاوہ اگر کوئی ازدواجی زندگی کا خاتمہ کرنے کا اختیار رکھتا ہے وہ امام یا اس کا نائب ہے جیسے قاضی۔ اس کی تائید عہدِ رسالت میں رونما ہونے والے خلع کے واقعات سے ہوتی ہے جن میں سے کچھ کو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔ ایسے مسئلے کو حل کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا جاتا تھا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ بیک وقت رسول اور حکمران تھے۔ اس لیے جو عورت اپنے شوہر سے نفرت کی وجہ سے اس کے ساتھ رہنا نہ چاہے اور زوجین اس حالت میں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکنے کے بارے میں خوفزدہ ہوں کہ وہ اپنی ازدواجی زندگی میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت نہیں کر پائیں گے تو پہلی شرط پوری ہو گئی ﴿**إِلاَّ أَنْ يَخَافَا أَلاَّ يُقِيمَا حُدُودَ اللهِ**﴾ **"سوائے اس کے کہ دونوں ڈریں کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے"**۔ اس کے بعد وہ عورت جو اپنے شوہر سے خلع لینا چاہتی ہے اپنے معاملے کو حکمران یا قاضی کے پاس لے جائے گی اور وہ اس معاملے پر غور کرے گا ﴿**فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ**﴾ **"اگر تمہیں ڈر ہو کہ یہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکیں گے"**، تب وہ

عورت کو پیشکش کرے گا کہ شوہر کا دیا ہوا مہر واپس کر کے اپنے شوہر سے خلع لے۔ بہت سے واقعات روایت کیے گئے ہیں کہ جب کوئی بیوی اپنے شوہر سے خلع لینا چاہتی تھی تو خلفائے راشدین مختلف اسالیب استعمال کر کے اس بات کا اطمینان کر لیتے تھے کہ زوجین اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ پائیں گے۔ **ابن جریر** نے روایت کی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت لائی گئی جو اپنے شوہر کی نافرمانی کرتی تھی آپ نے اس کو ایک گندے گھر میں بند کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد اس کو بلا کر کہا: کیسا لگا؟ عورت نے کہا: میں جب سے اس آدمی کے ساتھ تھی ایسی راحت کبھی محسوس نہیں کی جیسی اس رات محسوس کی جس رات آپ نے مجھے بند کیا۔ عمرؓ نے اس کے شوہر سے کہا اس کو خلع دو چاہے اس کے خزانے سے ہو۔

رہی یہ بات کہ خلع نکاح کا فسخ ہے، طلاق نہیں تو یہ مندرجہ ذیل اسباب کی وجہ سے ہے:

ا۔ اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان: ﴿**الطَّلاَقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ وَلاَ يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلاَّ أَنْ يَخَافَا أَلاَّ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلاَّ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ**﴾ **"یہ طلاقیں دو مرتبہ ہیں پھر یا تو اچھائی سے روکنا یا عمدگی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے اور تمہیں حلال نہیں کہ تم نے انہیں جو دے دیا ہے اس میں سے کچھ بھی لو ہاں یہ اور بات ہے کہ دونوں کو اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکنے کا خوف ہو اس لیے اگر تمہیں ڈر ہو کہ یہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت رہائی پانے کے لیے کچھ دے ڈالے، اس میں دونوں پر کوئی گناہ نہیں"**۔ اس آیت میں طلاق دو مرتبہ ہے اور اس کے بعد خلع ہے مگر اللہ تعالی نے اگلی آیت ﴿**فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلاَ تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ**﴾ **"پھر اگر اس کو (تیسری بار) طلاق دے دے تو اب وہ اس کے لیے حلال نہیں"**۔ یعنی تیسری طلاق دے دے تو اس کے بعد یہ اس کے لیے حلال نہیں یہاں تک کہ اس کے علاوہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے۔

اس کے یہ معنی ہوئے کہ خلع طلاق نہیں ورنہ اگلی آیت ﴿**فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلاَ تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ**﴾ "**پھر اگر اس کو (تیسری بار) طلاق دے دے تو اب وہ اس کے لیے حلال نہیں**"، چوتھی طلاق ہوتی اور پچھلی آیت میں مذکور خلع تیسری طلاق شمار ہوتا مگر ایسا نہیں۔

ب۔ ابوداؤد نے عمرہ بنت عبد الرحمن بن سعد بن زرارۃ کے حوالے سے روایت کی ہے اس نے ان کو حبیبہ بنت سہل انصاریہ کے بارے میں بتایا: وہ ثابت بن قیس بن شماس کی بیوی تھی اور رسول اللہ ﷺ صبح گھر سے باہر تشریف لائے تو رات کی تاریکی میں حبیبہ بنت سہل کو دروازے پر دیکھا اور فرمایا: «**مَنْ هَذِهِ**» "**یہ کون ہے؟**"۔ اس نے کہا: "میں حبیبہ بنت سہل ہوں"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: «**مَا شَأْنُكِ**» "**کیا بات ہے؟**"۔ اس نے اپنے شوہر ثابت بن قیس کے بارے میں کہا: "میں ثابت کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی"۔ جب ثابت بن قیس آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: «**هَذِهِ حَبِيبَةُ بِنْتُ سَهْلٍ وَذَكَرَتْ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَذْكُرَ**» "**یہ حبیبہ بنت سہل ہے اس نے وہی ذکر کیا جو اللہ نے چاہا کہ یہ ذکر کرے**"۔ اور حبیبہ نے کہا: "اے اللہ کے رسول ﷺ! اس نے مجھے جو بھی دیا تھا وہ میرے پاس ہے"۔ رسول اللہ ﷺ نے ثابت بن قیس سے فرمایا: «**خُذْ مِنْهَا**» "**اس سے لے لو**"، تو اس نے لے لیا اور حبیبہ اپنے میکے میں بیٹھ گئی۔ اس حدیث کو انہیں الفاظ کے ساتھ حروف کے معمولی تبدیلی کے ساتھ معنی میں کسی تبدیلی کے بغیر نسائی اور امام مالک نے بھی روایت کی ہے۔ اسی طرح نسائی نے محمد بن عبد الرحمن سے روایت کی ہے: ربیع بنت معوّذ بن عفراء نے ان کو بتایا کہ ثابت بن قیس بن شماس نے اپنی بیوی کو مارا اور اس کا ہاتھ توڑ دیا اور یہ جمیلہ بنت عبد اللہ بن ابیّ تھی۔ اس کے بھائی نے آکر رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ نے ثابت کے پاس پیغام بھیج کر فرمایا: «**خُذِ الَّذِي لَهَا عَلَيْكَ وَخَلِّ سَبِيلَهَا**» "**تمہارا جو کچھ اس کے پاس ہے وہ لے لو اور اس کو آزاد کرو**"۔ اس نے کہا ٹھیک ہے، تب آپ ﷺ نے اس عورت کو ایک حیض گزارنے کا حکم دیا پھر وہ اپنے میکے چلی گئی۔

ان احادیث سے واضح ہے کہ ان میں طلاق کا ذکر نہیں بلکہ صرف جدائی کا ذکر ہے (اس کو آزاد کرو)، (اپنے گھر والوں کے پاس جائے گی)۔

جہاں تک ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کا تعلق ہے جس کو بخاری اور نسائی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ثابت سے فرمایا: **اقبل الحديقة وطلقها تطليقة "باغ لے لو اور اس کو ایک طلاق دے دو"** یہ روایت ان کی بیوی کی ہے، ابن عباسؓ کی یہ روایت مرجوح ہے کیونکہ نسائی، ابوداؤد اور موطا امام مالک ثابت بن قیس کی بیوی سے روایت ہے جس کے آخر میں ہے کہ **وخلِّ سبيلها، "اس کا راستہ کھولو" تلحق بأهلها، "وہ اپنے گھر والوں سے جا ملے گی" وجلست في أهلها "اپنے گھر والوں کے پاس جا بیٹھی"** نہ کہ **"اس کو ایک طلاق دے دو"**۔ جس کا قصہ ہے اس کی روایت دوسروں کی روایت سے راجح ہے جیسا کہ ترجیح کے اصول میں معروف ہے، اس لیے خلع طلاق نہیں۔

ج۔ رسول اللہ ﷺ نے خلع لینی والی کو حکم دیا کہ وہ ایک حیض انتظار کرے تین نہیں، اس کے یہ معنی ہیں کہ یہ طلاق نہیں۔ یہ اس حدیث میں ہے جس کو نسائی نے روایت کیا ہے جس کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اسی طرح اس حدیث میں جس کو ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ثابت بن قیس کی بیوی نے اپنے شوہر سے خلع لیا تو نبی ﷺ نے اس کو حکم دیا: **«أن تعتد بحيضة» "ایک حیض عدت گزارے"**۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ طلاق نہیں ورنہ وہ تین حیض عدت گزارتی۔ چونکہ یہ طلاق نہیں بلکہ فسخِ نکاح ہے چنانچہ خلع کے بعد اس سے رجوع درست نہیں چاہے عدت کے دوران ہو یا عدت کے بعد۔ وہ اس کی مرضی سے نئے مہر اور نئے نکاح سے متعلقہ احکامِ شرعیہ کے مطابق اس سے شادی کر سکتا ہے۔

اس آیت کا اختتام اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس بات سے فرماتا ہے کہ یہ اللہ کی حدود ہیں، ان کی پاسداری، ان کی پابندی اور ان سے تجاوز نہ کرنا فرض ہے، جو اللہ کی نافرمانی کرے اور اس کی حدود سے تجاوز کرے وہ ظالموں میں سے ہے اور دردناک عذاب کا مستحق ہے **﴿تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلاَ تَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُوْلَئِكَ هُمْ الظَّالِمُونَ﴾ "یہ اللہ کی حدود ہیں خبردار ان سے آگے نہ بڑھنا اور جو لوگ اللہ کے حدود سے تجاوز کر جائیں وہ ظالم ہیں" (البقرة:229)**۔

3۔اس آیت کریمہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ یہ بیان فرماتا ہے کہ جس نے اپنی بیوی کو تیسری طلاق دے دی یعنی اس نے اجازت دی گئی حد سے تجاوز کیا﴿**الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ**﴾ "**طلاق دو مرتبہ ہے**"۔یعنی اس کی بیوی بڑی بائنہ ہو جائے گی، مطلب یہ کہ وہ عدت میں اس سے رجوع نہیں کر سکتا۔اسی طرح وہ نئے مہر اور نئے نکاح سے بھی اس کے ساتھ شادی نہیں کر سکتا بلکہ یہ اس کے لیے حرام ہے، سوائے اس کے کہ وہ عورت کسی دوسرے مرد سے شادی کرے اور وہ نیا شوہر اس کو طلاق دے، تب پرانا شوہر اس کا رشتہ مانگ کر اس کے ساتھ نئے مہر اور نئے نکاح کے ساتھ شادی کر سکتا ہے، یعنی وہ اس کے لیے کسی بھی اجنبی عورت کی طرح ہے۔

یہاں یہ مسئلہ سامنے آتا ہے کہ کیا بڑی بینونہ تین الگ الگ طلاقوں سے واقع ہوتا ہے یا ایک ہی بار، ایک ساتھ تین طلاقیں دینے سے؟ یہ وہ مسئلہ ہے جس میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے اور یہ اختلاف طویل ہے اس پر غور و فکر کے بعد اللہ کی توفیق سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ: طلاق کے ایک ساتھ ہونے یا الگ الگ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔اس پر طلاق (بڑی بینونہ) کا حکم ہی لاگو ہوتا ہے چاہے ایک ہی جملے میں تین طلاق دے یا الگ الگ تین طلاق دے۔اس کی دلیل یہ ہے:

1۔اللہ تعالی فرماتے ہیں: ﴿**الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ**﴾ "**طلاق دو مرتبہ ہے اس کے بعد یا تو اچھائی کے ساتھ رکھنا یا پھر بھلائی کے ساتھ رخصت کرنا ہے**"، یہاں سے لے کر جہاں اللہ سبحانہ وتعالی فرماتے ہیں: ﴿**فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ**﴾ "**پھر اگر وہ اسے (تیسری مرتبہ) طلاق دے تو وہ اس کیلئے حلال نہیں سوائے یہ کہ وہ کسی دوسرے سے نکاح کرے**"۔استدلال کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ایک ساتھ یا متفرق کا ذکر کیے بغیر صرف فرمایا: ﴿**مَرَّتَان**﴾"**دو مرتبہ**"۔اسی طرح ﴿**فَإِنْ طَلَّقَهَا**﴾ "**پھر اگر وہ اسے (تیسری) طلاق دے**"، یعنی تیسری طلاق اور یہاں فعل مثبت ہے، مطلق، غیر مقید، یعنی: "اگر اس کو تیسری طلاق دے"، چاہے دو طلاقوں کے ساتھ اکٹھے یا ان سے الگ الگ۔

یوں آیت تین طلاقوں سے طلاق واقع ہو جانے کی بات کرتی ہے چاہے طلاقیں اکٹھی ہوں یا الگ الگ ہوں۔

یہ نہیں کہا جا سکتا کہ الگ الگ طلاق دینے سے ہی طلاق واقع ہوتی ہے کیونکہ ایک ہی جملے میں تینوں طلاقیں ایک ساتھ دینا ایک طلاق شمار ہوتا ہے جیسا کہ بعض احادیث میں ہے۔ ایسا نہیں کہا جا سکتا کیونکہ وہ احادیث سب ضعیف ہیں، وہ حسن یا صحیح کے درجے کو نہیں پہنچتی سوائے ان دو احادیث کے جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں مگر وہ دونوں مقید کیلئے موزوں نہیں، نہ ان پر عمل کیا جانا چاہیے۔ ہم اس کی وضاحت کرتے ہیں۔ دونوں حدیثیں یہ ہیں:

پہلی: محمد بن اسحاق کی حدیث جس میں وہ کہتے ہیں کہ: داؤد بن حصین نے عکرمہ بن عباس کے حوالے سے مجھے بتایا کہ اس نے اپنی بیوی رکانہ کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دیں جس پر وہ غمگیں ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا **«فإنها واحدة» "یہ (تین دفعہ کہنا) ایک (طلاق) ہے"**۔ اس کو امام احمد نے اپنے مسند میں روایت کی ہے۔

دوسری: طاوٗس کی حدیث کہ ابو صہباء نے ابن عباس سے کہا: "کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور ابو بکرؓ کے عہد میں تین طلاقیں ایک ہی سمجھی جاتی تھی جبکہ عمرؓ کے عہد میں تین؟ ابن عباسؓ نے کہا: جی ہاں" (مسلم)۔

تین طلاقوں کو ایک قرار دینے کے بارے میں کوئی صحیح یا حسن حدیث نہیں، سوائے ابن عباسؓ کی جانب سے ایسا کرنے کے، تاہم ابن عباسؓ کی جانب سے ایسا کرنا بھی مرجوح ہے کیونکہ ابن عباسؓ سے ثابت صحیح فتاویٰ میں ایک جملے میں تین طلاقیں دینے کو ایک ہی نہیں تین طلاق کہا گیا ہے اور یہ کہ اس پر طلاق کا واقع ہو جانا مرتب ہوتا ہے۔ میں ان فتاویٰ میں سے کچھ کا یہاں ذکر کرتا ہوں:

1۔ عبد اللہ بن کثیر نے مجاہد سے روایت کی ہے: میں ابن عباسؓ کے پاس تھا کہ ایک آدمی آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہے، راوی کہتا ہے کہ: ابن عباسؓ خاموش رہے حتی کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ اس کی بیوی کو اس کو لوٹائے گا پھر فرمایا: "حماقتیں کرتے ہو پھر کہتے ہو اے ابن عباس! اے ابن عباس!! اللہ فرماتا ہے: ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا

﴿فَلاَ تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ **"پھر اگر وہ اس کو (تیسری) طلاق دے تو وہ اس کے بعد اس کے لیے حلال نہیں جب تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور شخص سے نکاح نہ کرے"** (الطلاق: 2)۔ تمہیں اللہ کا ڈر نہیں اس لیے تمہارے لیے میں کوئی راستہ نہیں نکال سکتا، تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تمہاری عورت تم سے جدا ہو گئی۔ اللہ فرماتا ہے ﴿الطَّلاَقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾ **"طلاقیں دو ہیں پھر یا تو بھلائی کے ساتھ روکنا یا اچھے طریقے سے رخصت کرنا"**، یعنی عدت پوری ہونے سے پہلے "۔ یعنی ابن عباسؓ ایک ساتھ تین طلاقوں کو ایک نہیں تین ہی قرار دیتے ہیں جن کے نتیجے میں طلاق واقع ہوتی ہے۔

2۔ اسی طرح کا فتویٰ حمید الاعرج وغیرہ نے بھی مجاہد سے ابن عباسؓ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

3۔ شعبہ، عمرو بن مرہ، ایوب اور ابن جریج سب نے عکرمہ بن خالد سے انہوں نے سعید بن جبیر سے انہوں نے ابن عباسؓ سے فتوی روایت کیا ہے۔

4۔ ابن جریج نے عبد الحمید بن رافع سے، انہوں نے عطاء اور انہوں نے ابن عباسؓ سے فتوی روایت کیا ہے۔

5۔ اعمش نے مالک بن حارث سے اور انہوں ابن عباسؓ سے فتوی روایت کیا ہے۔

6۔ ابن جریج نے عمرو بن دینار سے انہوں نے ابن عباسؓ سے فتوی روایت کیا ہے۔

ان سب نے تین طلاقوں کے حوالے سے کہا ہے کہ ابن عباسؓ نے تین کو تین ہی قرار دیا جس سے طلاق واقع ہوتی ہے۔

ان فتاویٰ کی شہرت اور ابن عباسؓ سے تین طلاقوں کو تین ہی قرار دینا ثابت ہونا سب اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ ابن عباسؓ کی یہ روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے تین طلاقوں کو ایک قرار دیا مرجوح ہے کیونکہ صحابی جب اپنے روایت کے خلاف عمل کرے تو ان کی روایت مرجوح ہوتی ہے، جبکہ مسئلے میں راجح آیت کریمہ کا مدلول ہے کہ تین طلاقیں

چاہے ایک ساتھ ہوں یا الگ الگ، ان سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ بہت سارے فقہاء اور علماء نے اسی پر عمل کیا ہے کہ تین طلاقیں تین ہی ہیں۔

بخاری نے اپنی صحیح میں تین طلاق کے جواز کے باب میں اللہ کے فرمان ﴿**الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ**﴾ **"طلاق دو مرتبہ ہے"** کے بارے میں لعان (میاں بیوی کا ایک دوسرے کو زنا کے الزام میں لعنت کرنے کا حکم شرعی) کی حدیث کا ذکر کیا: "سہل بن سعید الساعدی نے دو میاں بیوی کے قصے کا ذکر کیا جنہوں نے ایک دوسرے پر (لعان کے مطابق) لعنت کی، سہل نے کہا: جب دونوں نے لعان مکمل کیا تو شوہر نے رسول اللہ ﷺ کی جانب سے حکم دیئے جانے سے پہلے تین طلاقیں دی، ابن شہاب نے کہا یہی پہلوں کا طریقہ ہے" (بخاری)۔

طاؤس کی جانب سے روایت کی گئی ابن عباسؓ کی حدیث جس کو بخاری نے نہیں مسلم نے نقل کیا ہے، اس پر تبصرہ کرتے ہوئے البیھقی کہتے ہیں کہ: میرے خیال میں بخاری نے ابن عباسؓ کی ساری روایت کے خلاف ہونے کی وجہ سے اس کو ترک کیا، ان روایات کا ذکر کیا جن روایت کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ تین طلاقیں چاہے ایک ساتھ ہوں یا الگ الگ، طلاق واقع ہو جاتی ہے اور ان کے نتیجے میں مکمل اور حقیقی جدائی واقع ہوتی ہے، تاہم تین طلاق اکھٹے دینے اور الگ الگ دینے میں فرق ہے۔ تین طلاق ایک جملے میں ایک ہی مجلس میں حرام ہے اس سے مکمل منع کیا گیا ہے، مگر وہ تین ہی طلاق ہو جاتی ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا، مگر طلاق دینے والا گنہگار ہوگا۔ اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کی وہ حدیث ہے جس کو محمد بن لبید نے روایت کی ہے: **أخبر رسول الله عن رجل طلق امرأته ثلاث تطليقات جميعاً، فقام غضبان ثم قال: «أيلعب بكتاب الله وأنا بين أظهركم؟!» حتى قام رجل فقال: يا رسول الله ألا أقتله!** **"رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دی، آپ ﷺ غصے سے کھڑے ہوئے اور فرمایا: کیا میرے جیتے جی اللہ کی کتاب سے کھیل رہے ہیں؟! یہاں تک کہ ایک آدمی کھڑا ہو گیا اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اس کو قتل نہ کر دوں!"** (نسائی)۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ ایک ساتھ تین طلاقوں کو ایک ہی طلاق قرار دینے والوں کے پاس شبہ دلیل ہے مگر ان کا قول مرجوح ہے اور تین طلاقوں کے تین ہی واقع ہونے کی بات راجح ہے۔

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلاَ تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ "پھر اگر وہ اس کو (تیسری) طلاق دے تو وہ اس کے بعد اس کے لیے حلال نہیں جب تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور شخص سے نکاح نہ کرے"۔ سابقہ آیت میں اللہ تعالی کے اس فرمان کی یہی تفسیر ہے **﴿أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾ "یا بھلائی کے ساتھ رخصت کرنا"**۔ اس کا معنی یہاں وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے کہ اس کو تیسری طلاق دے۔

﴿حَتَّى تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ "جب تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور شخص سے نکاح نہ کرے"، یعنی یہاں تک کہ اس کے علاوہ کسی اور سے نکاح کرے اور ازدواجی تعلق قائم کرے اور یہ تعلق صحیح عقد میں ہو۔

رہی بات عقد کی تو یہ **﴿زَوْجًا﴾ "(ایک اور) شوہر"** سے سمجھ میں آتا ہے اور جماع (ازدواجی تعلق) **﴿تَنكِحَ﴾ "وہ نکاح کرے"** سے سمجھ آتا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ (نکاح) عقد کو بھی کہتے ہیں اور جماع (جنسی تعلق) کو بھی تو پھر یہاں اس سے مراد جماع کیوں لیا گیا؟ اگر یہ کہا جائے تو اس باب میں رسول اللہ ﷺ کی احادیث بہت ہیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہاں مقصود درست شادی میں جماع ہے، اس لیے اگر دوسرا بندہ اس کے ساتھ نکاح کرے مگر جنسی تعلق قائم نہ کرے اور اس کو طلاق دے تو وہ بغیر جنسی تعلق کے صرف اس نکاح سے پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہو گی۔

بخاری اور مسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ: رفاعہ القرظی کی بیوی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہا: میں رفاعہ کے پاس تھی اس نے مجھے طلاق دی تو عبدالرحمن بن زبیر نے مجھ سے شادی کی مگر گول کپڑے کی طرح (ڈھیلا) ہے (جنسی تعلق کے قابل نہیں)۔ نبی ﷺ مسکرائے اور فرمایا: **«أَتُرِيدِينَ أَنْ**

تَرْجِعِي إِلَى رِفَاعَةَ لَا حَتَّى تَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ وَيَذُوقَ عُسَيْلَتَكِ» کیا تم دوبارہ رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہو؟ مگر نہیں یہاں تک کہ تم دونوں ایک دوسرے کا مزہ چکھ لو" (بخاری)۔

احمد، نسائی اور ابن جریر نے ابن فر سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: **«سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الرَّجُلِ يُطَلِّقُ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا فَيَتَزَوَّجُهَا آخَرُ فَيُغْلَقُ الْبَابُ وَيُرْخَى السِّتْرُ ثُمَّ يُطَلِّقُهَا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا هَلْ تَحِلُّ لِلْأَوَّلِ قَالَ لَا حَتَّى يَذُوقَ الْعُسَيْلَةَ» "نبی ﷺ سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جو اپنی بیوی کو تین طلاق دیتا ہے اور کوئی اور اس کے ساتھ شادی کرتا ہے اور دروازہ بند کرتا ہے، پردے گراتا ہے مگر اس کے ساتھ خلوت سے پہلے اس کو طلاق دیتا ہے تو کیا وہ پہلے شوہر کے لیے حلال ہے؟ فرمایا: اگر اس سے لذت چکھ چکی ہو"** (نسائی)۔

یہاں مزہ چکھنے کا مطلب جنسی تعلق کی لذت ہے یعنی جنسی تعلق ضروری ہے جیسا کہ امام احمد اور نسائی نے عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«ألا إن العسيلة الجماع» "عسیلہ سے مراد جنسی تعلق ہے"** (احمد)۔

لہٰذا جب بیوی کو تین طلاق دی جائے وہ اس وقت تک اس شوہر کے لیے حلال نہیں جب تک وہ اس کے علاوہ کسی اور شخص سے شادی اور جنسی تعلق قائم نہ کرے۔ اگر وہ دوسرا شوہر جنسی تعلق کے بعد اس کو طلاق دیتا ہے اور پہلا شوہر پھر نئے سرے سے اس کا رشتہ مانگتا ہے اور نئے مہر اور نئے نکاح سے اس کی مرضی سے اس سے شادی کرتا ہے، اگر غالب گمان ہو کہ وہ ازدواجی زندگی حسنِ صحبت اور حسنِ معاشرت کے ساتھ قائم کریں گے تو یہ جائز ہے۔

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ﴾ "اگر وہ اس کو طلاق دے دے تو دونوں نئے سرے سے دوبارہ شادی کر سکتے ہیں اگر ان دونوں کو غالب گمان ہو کہ اللہ کی حدود کو قائم کر سکتے ہیں"، یعنی شریعت اور اللہ کی حدود کے مطابق ازدواجی زندگی گزارنے کی توقع ہو تو دونوں دوبارہ شادی کر سکتے ہیں۔

﴿إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا﴾ "اگر دونوں کو یہ گمان ہو کہ قائم کر سکتے ہیں" یعنی دونوں یہ توقع کریں کیونکہ أَنْ مصدر یہاں توقع کے لیے ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ آیت کا اختتام اس بیان کے ساتھ فرماتے ہیں کہ یہ احکامات اللہ کی حدود ہیں، ان کی پاسداری فرض ہے اور ان سے تجاوز جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اہل علم کو اس بات کے لیے خاص کیا ہے کہ وہ ان باتوں کو سمجھتے اور اس بیان سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ **﴿وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾ "یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں جنہیں وہ جاننے والوں کے لیے بیان فرما رہا ہے"۔**

فہرست

ازدواجی زندگی میں سکون اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اطاعت کے ذریعے پیدا ہوتا ہے

مصعب عمیر-پاکستان

تعارف: ازدواجی خوشی کی حفاظت اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سے ہے

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: **وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ "اور اسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ اُس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں تاکہ تم اُن کی طرف (مائل ہو کر) سکون حاصل کرو اور تم میں محبت اور مہربانی پیدا کر دی، جو لوگ غور کرتے ہیں اُن کے لئے ان باتوں میں (بہت سی) نشانیاں ہیں"** (سُورَۃُ الرُّوم: 21)۔ یہ آیت کریمہ شادی کے مقصد اور حقیقت کی وضاحت کرتی ہے۔ سکون سے مراد وہ نعمت ہے جس میں خوشی ہے، راحت ہے، مسرت ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فیصلے کے آگے سر تسلیم خم کر دینا ہے۔

عام طور پر خاندان کو منظم کرنے کیلئے، اور اس میں خصوصی طور پر میاں بیوی کے رشتے میں سکون کو یقینی بنانے کے لیے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے احکامات اور پابندیوں کو واضح کیا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے شوہر اور بیوی دونوں کو فرائض کی پابندی کا حکم دیا، جیسے اچھائی کے ساتھ گھریلو زندگی گزارنا۔ اسی طرح کچھ فرائض شوہر کے لیے خاص کیے ہیں جیسے کہ اچھے طریقے سے مالی کفالت کرنا۔ اسی طرح کچھ فرائض بیوی کے لیے خاص ہیں جیسے کہ شوہر کی اطاعت کرنا۔ ازدواجی سکون تب ہی میسر ہو سکتا ہے جب میاں بیوی دونوں اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمانبردار ہوں۔ دکھ، کینہ یا جھگڑے تب ہی ہوتے ہیں جب ان میں سے ایک اپنے فرائض کی پابندی نہ کرے یا دونوں ہی نہ کریں۔

مسلم دنیا میں اسلامی نظام خلافت کی تعلیمی پالیسی کی عدم موجودگی کی وجہ سے ازدواجی زندگی بعض اوقات تکلیف اور بے سکونی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ بجائے یہ کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ، جو ہر چیز کا جاننے والا ہے، اس کی بھیجی ہوئی وحی سے فائدہ اٹھایا جائے، میاں بیوی اپنے معاملات محدود عقل، خواہشات اور چاہت کی بنیاد پر چلا رہے ہوتے ہیں۔ شادی شدہ جوڑوں کے لیے آسانی سے دستیاب آپشنز یہ رہ جاتے ہیں کہ یا تو وہ ان ظالمانہ روایات کی پیروی کریں، جو اسلام سے بہت دور ہیں، یا پھر مغربی آزادیوں کی پیروی کریں، جس نے مغربی ممالک میں شادی کو تباہ کر دیا ہے، یہاں تک کہ بہت سے لوگ شادی سے گریز کرنے لگتے ہیں۔ ہر فریق، پھر اللہ سبحانہ وتعالی کی طرف سے اپنے فرائض کی ادائیگی کیے بغیر، اپنے حقوق مانگتا ہے۔ لہذا، سکون سے دور اس ازدواجی زندگی کی خاصیت لڑائی اور دشمنی بن جاتی ہے گویا یہ تکلیف اور درد سے بھرا میدان جنگ ہو۔ یہ مسلمان مردوں اور عورتوں پر لازم ہے کہ ازدواجی زندگی کے بارے میں اسلامی شرعی احکامات کا مطالعہ کریں، ان پر غور و فکر کریں اور ان پر عمل کریں، تاکہ ان کی زندگی سکون سے بھرپور ہو۔

اچھائی کے ساتھ گھر بسانا شوہر پر فرض ہے

اللہ تعالیٰ نے شوہر کو خاص طور پر یہ حکم دیا ہے، **وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ "اور انھیں اچھائی کے ساتھ بساؤ"** (سورۃ النساء: 19)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لأَهْلِي "تم میں سب سے بہترین وہ ہے جو اپنے اہل و عیال کے لیے بہترین ہو، اور میں اپنے اہل و عیال کے لیے تم میں سب سے بہترین ہوں"** (ترمذی)۔ ایک اور حدیث میں فرمایا، **خیرُکم خیرُکم لِلنساءِ "تم میں سے بہتر وہ ہے جو عورتوں کے لیے بہترین ہو"** (مستدرک)۔

اچھائی کے ساتھ بسانا شوہر پر فرض ہے، خواہ شوہر کو بیوی کے بڑھاپے، بیماری، یا ناگوار عادات سے نفرت ہو، سوائے بدکاری یا بے حیائی کے۔ اچھائی اور نیکی کے ساتھ مل کر رہنا فرض ہے، جبکہ نفرت بری گھریلو زندگی کا سبب نہیں ہے۔ مزید یہ کہ شوہر کو پہل کرنی چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ اچھے برتاؤ میں حد درجے بہتری لائے، یہ سوچے بغیر کے اس کی بیوی کا برتاؤ اس کے ساتھ کیسا ہے۔ اگرچہ حسن سلوک بیوی پر بھی فرض ہے لیکن بنیادی طور پر یہ شوہر

پر پہلے فرض ہے۔ یہ فرض اس سے ساقط نہیں ہو جاتا کہ اس کی بیوی جواب میں اس کے ساتھ حسن سلوک نہ کرے۔ بیوی کے ساتھ شوہر کا حسن سلوک کرنا واجب ہے، خواہ اس کی بیوی نیکی کے ساتھ حسن سلوک نہ بھی کرے اور اللہ سبحانہ تعالیٰ کے اجر سے اپنے آپ کو محروم بھی رکھے۔ نیک شوہر سب سے پہلے اپنا فرض پورا کرتا ہے اور اپنی نیک بیوی کو اچھائی میں آگے بڑھنے کی ترغیب دیتا ہے اور ساتھ ساتھ اپنی ازدواجی زندگی میں بہتری لانے کی کوشش بھی کرتا ہے۔

بعض اوقات، شوہر کو اپنی بیوی کی جس چیز سے نفرت ہوتی ہے اس میں بھلائی بھی ہو سکتی ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن میں شوہروں کو خاص طور پر مخاطب کر کے فرمایا، **فَاِنۡ كَرِهۡتُمُوۡهُنَّ فَعَسٰۤى اَنۡ تَكۡرَهُوۡا شَيۡـئًا وَّيَجۡعَلَ اللّٰهُ فِيۡهِ خَيۡرًا كَثِيۡرًا "اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو عجب نہیں کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور خدا اس میں بہت سی بھلائی پیدا کردے"** (النساء: 19)۔ مزید برآں شوہر کو چاہئے کہ وہ اپنی بیوی کی ناپسندیدہ چیزوں میں خیر کو تلاش کرے۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **لا يفرَكْ مؤمنٌ مؤمنةً إن سخِطَ منْها خُلقًا رضِيَ منْها آخرَ "ایک مومن مرد کو کسی مومن عورت سے نفرت نہیں کرنی چاہیے، اگر وہ اس کی ایک صفت کو ناپسند کرتا ہے تو دوسری (خصوصیت) سے راضی ہو جاتا ہے"** (تفسیر ابن کثیر)۔ مطلب یہ ہے کہ شوہر کو اس سے اتنی نفرت نہیں کرنی چاہئے کہ وہ اس سے دور رہنے، الگ رہنے یا اسے طلاق دینے پر مجبور ہو، جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو تمام ناپسندیدہ اعمال میں سے سب سے ناپسند ہے۔ اس کے بجائے، اسے چاہیے کہ وہ اس کے اچھے کردار کی وجہ سے اس کی ناپسندیدہ عادتوں کو نظرانداز کردے۔ اسے اچھی خصوصیات کے بدلے بری عادتوں سے درگزر کرنا چاہیے جو اس کو ناپسند ہیں۔ ایک پرہیزگار شوہر کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کی جس چیز سے نفرت کرتا ہے اسے چھوڑ کر اس چیز سے محبت کرے جسے وہ پسند کرتا ہے۔ سب سے بڑھ کر، قطع نظر اس کے کہ شوہر کس چیز سے نفرت کرتا ہے یا پسند کرتا ہے، وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ایک فرض شناس اور پرہیزگار بندے کے طور پر، ہر وقت نیکی کے ساتھ گھریلو زندگی برقرار رکھتا ہے۔

شوہر کی اطاعت بیوی پر فرض ہے

جس طرح مرد پر ترجیح کے ساتھ اپنی بیوی کے لئے حسن سلوک فرض ہے اسی طرح شوہر کی اطاعت بیوی پر واجب ہے۔ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول ﷺ سے پوچھا ،أَيّ النَّاس أَعْظَم حَقًّا عَلَى الْمَرْأَة "عورت پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟"رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا: **زَوْجهَا "اس کے شوہر کا"**۔ پھر پوچھا فَأَيّ النَّاس أَعْظَم حَقًّا عَلَى الرَّجُل "مرد پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟" ،رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا: **أُمّه "اس کی ماں کا"** (مستدرک) ۔

بیوی کی طرف سے شوہر کی فرمانبرداری مشکل ہے جو کہ جدوجہد اور قربانی کا تقاضا کرتی ہے خاص طور پر جب شوہر اپنے فرائض سے غافل ہو۔درحقیقت اسلام نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی راہ میں مرد کے جہاد کو،اس کی فتح یا جنگ میں شہادت کو،بیوی کی اپنے شوہر کی اطاعت کے مترادف قرار دیا ہے۔ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں تشریف لائیں اور پوچھنے لگیں: یارسول اللہ ﷺ! میں عورتوں کی طرف سے آپ کے پاس قاصدہ بن کر آئی ہوں،ان میں سے ہر ایک چاہتی تھی کہ میں آپ کے پاس آؤں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ دونوں یعنی مردوں اور عورتوں کے رب ہیں اور آپ ﷺ دونوں یعنی مردوں اور عورتوں کے لیے نبی ہیں۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے صرف مردوں پر ہی جہاد کو فرض کیا،پس اگر وہ غازی بن کر لوٹیں تو ان کے لیے بے مثال اجر ہے اور اگر قتل کئے جائیں تو وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہوں گے اور اپنے رب سے رزق پاتے رہیں گے۔ ہم عورتوں کیلئے اطاعت کا کون سا عمل اجر میں اس کے برابر ہے؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا: **أَبْلِغِي مَنْ لَقِيتِ مِنَ النِّسَاءِ أَنَّ طَاعَةَ الزَّوْجِ وَاعْتِرَافًا بِحَقِّهِ يَعْدِلُ ذَلِكَ وَقَلِيلٌ مِنْكُنَّ مَنْ يَفْعَلُهُ "اپنے پیچھے والی عورتوں کو یہ بتادو کہ: شوہر کی اطاعت کرنا اور اس کے حقوق کا تہہ دل سے اعتراف کرنا ان کے (اللہ کی راہ میں جہاد کے) اجر کے برابر ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ تم میں سے اکثر عورتیں ایسا نہیں کرتیں"**۔ پس نیک بیوی شوہر کی فرمانبردار ہوتی ہے چاہے اس کا شوہر اس کی ذمہ داریوں سے غافل ہی کیوں نہ ہو۔ وہ گناہگار شوہر کے ساتھ گناہ میں شامل ہونے سے انکار کرتی ہے، اسے تقویٰ اور اللہ کی اطاعت کی طرف لوٹنے کی ترغیب دیتی ہے۔

حصین بن محصن بیان کرتے ہیں کہ ان کی پھوپھی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں، آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: **أَذَاتُ زَوْجٍ "کیا تم شادی شدہ ہو؟"**، انہوں نے جواب دیا، "ہاں"۔ آپ ﷺ نے فرمایا، **فَأَيْنَ أَنْتِ مِنْهُ "تم اس سے کس طرح کا برتاؤ کرتی ہو؟"**، انہوں نے جواب دیا مَا آلُوهُ إِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ "میں اس کے حق میں کوئی کوتاہی نہیں کرتی، سوائے جب میں عاجز آجاؤں"۔ آپ ﷺ نے فرمایا **انْظُرِي أَيْنَ أَنْتِ مِنْهُ فَإِنَّهُ جَنَّتُكِ وَنَارُكِ "دیکھو، خیال رکھنا کہ تم اس سے (اپنے شوہر سے) کس طرح کا سلوک کرتی ہو کیوں کہ وہی تمہاری جنت اور جہنم ہے"** (احمد)۔

اسلام نے بیوی کو اس کے شوہر کی اطاعت کی بہت ترغیب دی ہے۔ اسلام میں جنت میں جانے کی شرائط میں سے ایک شرط اطاعت ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا: أَيُّ النِّسَاءِ خَيْرٌ "کون سی عورت بہتر ہے؟"، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، **الَّتِي تَسُرُّهُ إِذَا نَظَرَ وَتُطِيعُهُ إِذَا أَمَرَ وَلَا تُخَالِفُهُ فِي نَفْسِهَا وَلَا مَالِهَا بِمَا يَكْرَهُ "جسے دیکھ کر اس کا شوہر خوش ہو جائے اور جو وہ حکم دے اسے پورا کرے اور اپنی جان و مال کے معاملے میں شوہر کی طبیعت کے خلاف ناپسندیدہ کام نہ کرے"** (نسائی، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ "جو عورت اس حال میں مر جائے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ جنت میں جائے گی"** (مشکاۃ المصابیح)۔ ابو نعیم نے حلية الأولياء میں بیان کیا کہ قَالَتِ امْرَأَةُ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ: مَا كُنَّا نُكَلِّمُ أَزْوَاجَنَا إِلَّا كَمَا تُكَلِّمُوا أُمَرَاءَكُمْ "سعید بن المسیب کی بیوی نے کہا: ہم اپنے شوہروں سے ویسے ہی بات کرتے تھے جیسے تم اپنے حکمرانوں سے بات کرتے ہو"۔

نیک شوہر مالی کفالت کے لیے کوشاں رہتا ہے

اسلامی ازدواجی زندگی میں مالی کفالت صرف مرد پر ہی فرض ہے جو قرآن کی اس آیت **الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ "مرد عورتوں کے ذمہ دار ہیں"** (سورۃ النساء: 34) سے اخذ کردہ ہے جس میں سرپرستی، دیکھ بھال اور

تحفظ شامل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبہ میں نان نفقہ کی ذمہ داری کی وضاحت فرمائی ہے جسے عمرو بن الاخواص الجشمی نے روایت کیا ہے، **أَلَا إِنَّ لَكُمْ عَلَى نِسَائِكُمْ حَقًّا وَلِنِسَائِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا فَأَمَّا حَقُّكُمْ عَلَى نِسَائِكُمْ فَلَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ مَنْ تَكْرَهُونَ وَلَا يَأْذَنَّ فِي بُيُوتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُونَ أَلَا وَحَقُّهُنَّ عَلَيْكُمْ أَنْ تُحْسِنُوا إِلَيْهِنَّ فِي كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ** **"تمہاری بیویوں پر تمہارے حقوق ہیں اور ان کا تم پر حق ہے۔ ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی ایسے شخص کو نہ بیٹھنے دیں جسے تم پسند نہیں کرتے اور ان کا حق یہ ہے کہ تم کھانے پینے اور لباس کے معاملے میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو"** (ابن ماجہ اور ترمذی)۔ اللہ سبحانہ وتعالی برکت عطا فرمائے ان لوگوں پر جو رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان پر عمل کرتے ہیں **أن تحسنوا إليهنَّ في كسوتهنَّ وطعامهنَّ "تم کو ان کے ساتھ خوراک اور لباس کے معاملہ میں اچھا سلوک کرنا چاہئے"**۔ نیک شوہر کنجوس نہیں ہوتا۔ بلکہ شوہر اچھائی کے ساتھ اور بالمعروف ضروریات کو پورا کرتا ہے۔

ایک مخلص شوہر خاندان کی کفالت کے لیے کوشش کو اللہ کی عبادت کے طور پر کرتا ہے۔ بیوی بچوں کی ضرورتوں کا خیال رکھنا کوئی ذاتی احسان نہیں۔ جابرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ **أَوَّلُ ما يُوضَعُ في ميزانِ العبدِ نفقتُه على أهلِه "سب سے پہلی چیز جو بندے کے لیے میزان میں رکھی جائے گی وہ وہ خرچ ہوگا جو اس نے اپنے گھر والوں پر کیا"** (طبرانی)۔ شوہر اللہ کی رضا کے لیے کمانے میں محنت کرتا ہے اور اللہ کی رضا کے لیے اپنے گھر والوں پر دل کھول کر خرچ کرتا ہے۔ ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **دِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي رَقَبَةٍ وَدِينَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهِ عَلَى مِسْكِينٍ وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ أَعْظَمُهَا أَجْرًا الَّذِي أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ "ایک دینار جو اللہ کی راہ میں خرچ کیا گیا ہو یا پھر ایک غلام کو آزاد کرانے کے لیے یا پھر کسی غریب کو صدقہ دینے کے لیے یا پھر اہل وعیال کی کفالت کے لیے، ان میں سب سے بڑا اجر اپنے اہل وعیال کی کفالت کے لیے کیے جانے والا خرچ ہے"** (مسلم)۔

شوہر کوشش کرتے نہیں تھکتا کیونکہ وہ اس ثواب کی خواہش رکھتا ہے جو اس کو اپنی شریک حیات کے کھانے پینے کی فراہمی کے سبب ملے گا۔ مقدام بن معد یکرب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **مَا**

أَطْعَمْتَ نَفْسَكَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ وَمَا أَطْعَمْتَ وَلَدَكَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ وَمَا أَطْعَمْتَ زَوْجَكَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ وَمَا أَطْعَمْتَ خَادِمَكَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ "جو تم خود کھاتے ہو وہ صدقہ ہے۔ جو کچھ تم اپنے بچے کو کھلاتے ہو وہ صدقہ ہے۔ جو کچھ تم اپنی بیوی کو کھلاتے ہو وہ صدقہ ہے۔ جو کچھ اپنے خادم کو کھلاتے ہو وہ صدقہ ہے" (اس کو احمد نے روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے)۔ اربل بن ساریہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا سَقَى امْرَأَتَهُ مِنْ الْمَاءِ أُجِرَ "جب مرد اپنی بیوی کے لیے مشروب مہیا کرتا ہے تو یہ ایک اجر ہے" (اسے احمد اور طبرانی نے الکبیر اور الاوسط میں روایت کیا ہے)۔ سعد بن ابی وقاصؓ نے بیان کیا: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا، إِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللَّهِ إِلَّا أُجِرْتَ عَلَيْهَا حَتَّى مَا تَجْعَلُ فِي فَمِ امْرَأَتِكَ "تم جو کچھ بھی اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرو گے اس کا اجر تم کو ملے گا چاہے وہ ایک لقمہ ہی کیوں نہ ہو جسے تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو" (بخاری اور مسلم)۔

شوہر کو کنجوس نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ بیوی کا حق ہے کہ اس کی مالی کفالت کی جائے جس کو مسلمانوں کا خلیفہ براہِ راست یا عدلیہ کے ذریعے یقینی بنائے گا۔ عائشہؓ نے فرمایا: ابو سفیان کی بیوی ہند نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا: ابو سفیان ایک کنجوس آدمی ہے اور مجھے اور میرے بچوں کو ضروریات کے مطابق فراہم نہیں کرتا جب تک کہ میں اس کے علم کے بغیر کچھ نہ لے لوں۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا، خُذِي مَا يَكْفِيكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوفِ "اتنا لے لو جو تمھارے لیے اور تمھارے بچوں کے لیے کافی ہو جائے" (بخاری، مسلم، نسائی اور ابوداؤد)۔

نیک بیوی کسی بھی غربت کو صبر کے ساتھ برداشت کرتی ہے اور اپنا مال اجر کی خاطر خرچ کرتی ہے

اگر شوہر کو کوشش کرنے کے بعد بھی اللہ عزوجل، الرزاق، الوہاب، الغنی تھوڑا رزق عطا کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ تنگی اور غربت کا شکار ہو جاتا ہے، پھر یہ صالح بیوی پر ہے کہ وہ ان اختیارات پر غور کرے جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کیے ہیں۔ اگر شوہر زیادہ مہیا نہ کر سکے، جبکہ اس کی بیوی صبر نہیں کر سکتی ہو تو وہ خلع (فسخ نکاح) حاصل کر

سکتی ہے۔ بے شک، ناکافی نفقہ بیوی پر شوہر کی سرپرستی اور فرائض کی شرائط میں سے ایک کو خراب کر دیتی ہے۔ یہ عورت کا اختیار ہے اور اس بنیاد پر وہ خلافت کی عدالتوں میں پیش ہو سکتی ہے۔

تاہم شادی شدہ زندگی کے دوران غربت کے ادوار میں بیوی کو چاہیے کہ وہ اس دوسرے راستے کو اختیار کرے جس میں اس کی آخرت کے لیے ایک عظیم اجر ہے۔ نیک بیوی کو مسلم امت کی ان بہترین خواتین، امہات المومنین، کے غربت میں صبر پر غور کرنا چاہیے۔ عائشہؓ نے فرمایا: **كَانَ يَأْتِي عَلَيْنَا الشَّهْرُ مَا نُوقِدُ فِيهِ نَارًا إِنَّمَا هُوَ التَّمْرُ وَالْمَاءُ إِلَّا أَنْ نُؤْتَى بِاللُّحَيْمِ "کبھی ایسے مہینے بھی آتے جس میں ہم چولہا نہیں جلا پاتے تھے صرف پانی اور کھجور پر گزارا کرتے سوائے اس کے کہ کہیں سے تھوڑا سا گوشت آجایا کرتا تھا"** (بخاری، مسلم اور ترمذی)۔ ایک اور روایت میں ہے، **ما أكلَ آلُ محمَّدٍ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ أَكلتينِ في يومٍ واحدٍ إلَّا وإحداهُما تمرٌ "محمد ﷺ کے گھر والوں نے کبھی بھی ایک دن میں دو کھانے نہیں کھائے، اگر کسی کھانے کے علاوہ کچھ ہوتا تو کھجور ہی ہوتی تھی، اس کے علاوہ کچھ اور نہیں"**۔ اور حضرت انسؓ نے فرمایا کہ میں ایک بار رسول اللہ ﷺ کے پاس روٹی، جو اور کھانا بنانے کے لیے استعمال ہونے والا باسی گھی لے کر حاضر ہوا، تو میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، **مَا أَمْسَى فِي آلِ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم صَاعُ تَمْرٍ وَلاَ صَاعُ حَبٍّ "آل محمد ﷺ نے کبھی کوئی ایسی شام نہیں گزاری جس میں ان کے پاس ایک صاع کھجور اور جو، دونوں چیزیں موجود ہوں"**، حالانکہ اس وقت رسول اللہ ﷺ کی نو بیویاں تھیں (بخاری، ترمذی، نسائی)۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **يَا عَائِشَةُ إِذَا أَرَدْتِ اللُّحُوقَ بِي فَلْيَكْفِكِ مِنَ الدُّنْيَا كَزَادِ الرَّاكِبِ وَإِيَّاكِ وَمُجَالَسَةَ الأَغْنِيَاءِ وَلَا تَسْتَخْلِقِي ثَوْبًا حَتَّى تُرَقِّعِيهِ "اے عائشہ! اگر آخرت میں مجھ سے ملنا چاہتی ہو تو دنیا سے اتنا ہی حاصل کرو جتنا کسی سوار کو اپنی حاجات پوری کرنے کے لیے چاہیے ہوتا ہے، اور خود کو مال داروں کی ہم نشینی سے بچائے رکھو اور اپنا لباس پرانا نہ سمجھو یہاں تک کہ اس میں پیوند نہ لگا لو"** (ترمذی)۔ زرین (ایک راوی) نے مزید کہا کہ عروہ نے کہا، عائشہؓ اس وقت تک اپنا لباس تبدیل نہیں کرتی تھیں جب تک کہ ان کے لباس میں پیوند نہ لگ جاتے۔

غربت میں صبر کا صلہ لینے کے ساتھ ساتھ نیک بیوی کو ایک اور معاملے پر بھی غور کرنا چاہیے جو کہ فرض نہ ہونے کے باوجود اپنا مال خرچ کرنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی ترغیب دی ہے اور ایسی بیوی کے لئے ایک کی بجائے دہرا اجر ہے۔ عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی زینب ثقفیہؓ بیان کرتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **تَصَدَّقْنَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ "تم عورتوں کو صدقہ دینا چاہیے، خواہ وہ تمہارے زیورات ہی کیوں نہ ہو"۔** وہ کہتی ہیں کہ میں عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس واپس آئی اور کہا کہ تم تنگ دست ہو اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم صدقہ کریں تو رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ اور پوچھو کہ تم پر اپنا مال خرچ کرنا کیا میرے لئے کافی ہو جائے گا یا میں کسی اور کی مدد کر دوں۔ عبداللہؓ نے مجھ (اپنی بیوی) سے کہا، بہتر ہے کہ تم خود جا کر پتہ کرو۔ چنانچہ جب میں پہنچی تو رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر انصار کی ایک عورت تھی جس کا آنے کا مقصد وہی تھا جو میرا تھا تو ہم نے یہ گوارا نہیں کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا دروازہ کھٹکھٹایا جائے۔ پھر بلالؓ باہر آئے اور ہم نے ان سے کہا کہ رسول اللہ ﷺم کے پاس جائیں اور بتائیں کہ وہاں دو عورتیں ہیں اور پوچھ رہی ہیں کہ کیا ان کے لیے بہتر رہے گا کہ وہ اپنے خاوندوں اور ان یتیموں جو ان کی ذمہ داری میں ہیں، ان کو صدقہ دیں، لیکن رسول اللہ ﷺ کو یہ نہ بتائیں کہ ہم کون ہیں۔ بلالؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور آپ ﷺ سے پوچھا (وہ جو ان عورتوں نے آپ کو پوچھنے کا کہا تھا)۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ یہ عورتیں کون ہیں؟ بلالؓ نے فرمایا کہ ایک عورت انصار سے ہے اور زینب ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کون سی زینب؟ تو انہوں نے جواب دیا عبداللہؓ کی بیوی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **لَهُمَا أَجْرَانِ أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ "دونوں میں قرابت کا ثواب اور صدقہ کا ثواب ہے"** (بخاری اور مسلم)۔ لہٰذا، شوہر کا اپنی بیوی پر خرچ کرنا صرف ایک صدقہ کا ثواب ہے۔ جبکہ بیوی کا شوہر پر خرچ کرنا اس کی تنگدستی میں، اس کا دہرا ثواب ہے، ایک قرابت داری کا ثواب اور دوسرا صدقے کا ثواب۔ ایک نیک بیوی کے لئے یہ حوصلہ افزائی کی بات ہے کہ وہ اپنا مال اپنے خاندان پر خرچ کرے بجائے یہ کہ وہ خلع کی تلاش میں رہے جو کہ بہر حال اس کا حق ہے۔

شوہر کو اپنی بیوی کی کجی کے باوجود اس کا ساتھ نبھانا چاہیے

رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کی فطرت واضح فرمائی تاکہ مرد عورت کی حقیقت کو سمجھے، اس سے سیکھے، تاکہ یہ جان سکے کہ اس کے لیے کیا موزوں ہے اور اسے کس چیز سے ٹکرانے سے گریز کرنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **"فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلاَهُ، فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ، وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ، فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ : "عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور اوپر کی پسلی سب سے ٹیڑھی ہے، پس اگر تو اسے سیدھا کرنے کی کوشش کرے گا تو تو اسے توڑ ڈالے گا، اور اگر اسے اس کی حالت پر چھوڑ دے گا تو وہ ہمیشہ کی طرح ٹیڑھی ہی رہے گی، لہذا عورتوں سے خیر کا معاملہ رکھو"** (متفق علیہ)۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کو مرد کی سب سے ٹیڑھی پسلی سے پیدا کیا اور سب سے زیادہ ٹیڑھ پن اس کا اوپری حصہ ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عورت کی جسمانی صفات میں ٹیڑھ پن ہے جس سے وہ اپنے شوہر کو اپنی طرف مائل کر لیتی ہے۔ یہ وہ ٹیڑھ پن ہے جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے خود اس کی فطرت میں، اس کے کردار میں اور پریشانیوں اور ضروریات کو پرکھنے میں اور معاملات کو سمجھنے کے انداز میں پیدا کیا ہے۔

لہذا بے مروت شوہر کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ عورت کی تخلیق میں کمال کی علامت ہے، جس کی تخلیق خوبصورتی کا مجسمہ ہے اور زندگی کی چوٹی میں تعظیم اور وافر خوشی اور راحت کی بہار ہے۔ وہ ایک ماں ہے جو احترام کی حقدار ہے جس کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بے پناہ صبر سے نوازا ہے، جس میں احسان اور رحم ہے تاکہ وہ حمل برداشت کر سکے اور پھر جنم دے سکے اور پھر پرورش کی آزمائشوں کو برداشت کر سکے۔ وہ اکتاہٹ، تھکاوٹ، اور انتہائی سختی کے باوجود بچوں کی پرورش کرتی ہے۔ لہٰذا، سخت مزاج شوہر کو یاد رکھنا چاہیے کہ بیوی کس طرح آسانی سے اپنے حق پر سمجھوتہ کر لیتی ہے اور خاندانی زندگی میں پیدا ہونے والے تنازعات کو مہارت سے حل کرتی ہے۔ لہذا ناقابل برداشت شوہر کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ کس طرح بچوں کی دیکھ بھال کی خاطر، راتوں کو جاگ جاگ کر اس کی بیوی کے بال سفید ہو گئے۔ لہذا لڑنے بھڑنے والے شوہر کو اس بات کو یاد کرنا چاہیے کہ اس کی بیوی نے ماں کی صورت میں لاتعداد قربانیاں دے کر اس کے بچوں کو کھلایا پلایا، ان کی صحت اور خوشی کا خیال رکھا۔ عائشہؓ نے فرمایا **"ایک غریب عورت اپنی دو بیٹیوں کو لے کر میرے پاس آئی۔ میں نے اسے تین کھجوریں دیں۔ اس نے ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک**

کھجور دی اور پھر اس نے ایک کھجور کھانے کی نیت سے اٹھائی اور منہ تک لائی لیکن پھر اس کی بیٹی نے اس سے وہ کھجور مانگ لی تو اس نے اس کھجور کے دو ٹکڑے کر کے اپنی بیٹیوں میں بانٹ دیئے جو اس نے اپنے لئے رکھے تھے۔ اس کے اس حسن سلوک نے مجھے متاثر کیا اور میں نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَوْجَبَ لَهَا بِهَا الْجَنَّةَ "بے شک اللہ نے اس کے (اس عمل) کی وجہ سے اس کے لیے جنت کی ضمانت دی ہے"، یا فرمایا، أَعْتَقَهَا بِهَا مِنْ النَّارِ "اسے اس فعل کے بدلے جہنم کی آگ سے نجات مل گئی" (اس کو مسلم نے روایت کیا ہے)۔

تو کیونکر ایک نیک شوہر اس ٹیڑھ پن پر صبر نہ کرے جس کو خود اللہ سبحانہ وتعالی نے بنایا ہے؟ تو شوہر کیوں نہ اس کو سمجھے، قبول کرے اور اس کے لیے گنجائش پیدا کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **فَإِنْ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَبِهَا عِوَجٌ "تو اگر تم اس سے لطف اندوز ہو گے، تو تم ایسا اسی حال میں کرو گے جب کہ اس میں ٹیڑھ پن باقی رہے گا"**۔ اس طرح، شوہر اپنی بیوی کے ٹیڑھ پن سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ لیکن یہ سکون ازدواجی زندگی کو یقینی بناتا ہے جس میں مکمل بھلائی، صحبت اور قربت میں اچھائی ہے۔ یہ صحت اور بیماری دونوں میں ازدواجی خوشی کو یقینی بناتا ہے، پھر چاہے دولت ہو یا غربت، استحکام ہو یا بے گھری، کامیابی ہو یا ناکامی۔ اس طرح کا عمل شیطان ملعون کے وسوسوں سے اچھی ازدواجی زندگی کو بگاڑنے سے روکتا ہے۔

نیک بیوی اللہ عزوجل کی نعمتوں کی شکر گزار، اپنے شوہر کی کوتاہیوں کو در گزر کرنے والی اور صبر کرنے والی ہوتی ہے

جس طرح شوہر کو اپنی بیوی کی کجی کے باوجود اس کا ساتھ نبھانا چاہیے اسی طرح بیوی کو شوہر کی کوتاہیوں کے باوجود شکر گزار رہنا چاہیے۔ یقیناً پھر یہ غفلت اللہ سبحانہ وتعالی کی نافرمانی کی وجہ سے ہو چاہے یہ خراب مالی کفالت ہو یا بد اخلاقی، یہ ایک سنجیدہ معاملہ ہے جس پر خلیفہ یا قاضی اس کا احتساب کریں گے۔ نیک بیوی اپنے شوہر کے عیبوں کو نظر انداز کرتی ہے اور غربت اور آزمائش پر صبر کرتی ہے تاکہ اس کا خاندان برداشت کے ساتھ قائم رہ سکے۔ وہ ایک مضبوط

بنیاد ہے جس پر اچھی خاندانی زندگی قائم ہوتی ہے۔ وہ مستحکم ستون ہے جس کے گرد خاندان اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا کے لیے بلند اور کھڑا ہوتا ہے۔

نیک شکر گزار بیوی وہ ہے جو اپنے شوہر کو توانائی بخشے اور اس کا بوجھ ہلکا کرے۔ یہ وہ بیوی ہے جس کا شوہر اپنی ذمہ داریاں نبھانے کے بعد گھر کی طرف بھاگے جہاں پر اس کو آرام اور سکون ملے۔ یہ وہ بیوی ہے جو اپنے شوہر کی طرف سے ملنے والے چھوٹے یا عاجزانہ تحائف کا خیر مقدم کرے گویا اسے دنیا کی دولت ملی ہے۔ یہ وہی ہے جو اس اتار چڑھاؤ کے ساتھ تمام تر ذمہ داری کو قبول کرتی ہے۔ وہ قناعت اور اطمینان کے ساتھ کسی بے چینی یا بے صبری کے بغیر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم کو قبول کرتی ہے۔ **انس بن مالکؓ نے بیان کیا رسول اللہ ﷺ** نے فرمایا، **ألا أخبرُكم بنسائِكم في الجنَّةِ "کیا میں تمہیں جنت میں تمہاری عورتوں کے بارے میں بتاؤں؟"**، ہم نے کہا ہاں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا، **كُلُّ وَدُودٍ وَلُودٍ ، إِذَا غَضِبَت أَو أُسِيءَ إِلَيهَا أَو غَضِبَ زَوجُهَا ، قَالَت: هَذِه يَدِي فِي يَدِكَ ، لَا أَكْتَحِلُ بِغُمضٍ حتَّى تَرضَى "ہر وہ بیوی جو دنیا میں اپنے شوہر سے بہت زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی ہو۔ اور جب اس کا شوہر اس سے ناراض ہو جائے یا اس سے برا سلوک کرے یا اس پر غصہ ہو جائے تو وہ اسے منانے کے لیے کہے کہ میرا یہ ہاتھ اب تمہارے ہاتھوں میں ہے، جب تک آپ راضی نہ ہوں گے، میں نیند کا مزہ نہیں چکھوں گی"** (طبرانی)۔

یہ وہ پرہیزگار عورت ہے جو ناشکری کے خلاف ہے، کیونکہ ناشکری وہ چیز ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک قابل مذمت ہے۔ **أبو راشد الحبراني عبد الرحمن بن شبل کا قول نقل فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا، إِنَّ الْفُسَّاقَ هُمْ أَهْلُ النَّارِ "فاسقوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے"**۔ پوچھا گیا: یا رسول اللہ! فاسق کون ہیں؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا: **النِّسَاءُ، "عورتیں"**۔ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا وہ ہماری مائیں، بہنیں اور بیویاں نہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: **بَلَى وَلَكِنَّهُنَّ إِذَا أُعْطِينَ لَمْ يَشْكُرْنَ وَإِذَا ابْتُلِينَ لَمْ يَصْبِرْنَ ، "بے شک ہیں، لیکن جب اللہ تعالیٰ انہیں کچھ عطا کرتے ہیں تو وہ شکر نہیں کرتیں اور جب اللہ عزوجل کی طرف سے ان پر کوئی آزمائش آتی ہے تو صبر نہیں کرتیں"** (احمد)۔ عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **لَا يَنْظُر اللّٰه إِلَى اِمْرَأَة لَا تَشْكُر لِزَوْجِهَا وَهِيَ لَا تَسْتَغْنِي عَنْهُ** **،"اللہ تعالیٰ اس عورت کی طرف نہیں دیکھے گا جو اپنے شوہر کی ناشکری کرے جبکہ اسے اپنے شوہر کی ضرورت نہ ہو"(المستدرک)**۔ درحقیقت نیک بیوی ہر وقت فرمانبردار رہتی ہے خواہ اس کا جذبہ عمر کے ساتھ ٹھنڈا ہو جائے یا اس کے پاس اپنے بیٹوں کے ذریعہ متبادل مالی کفالت کے ذرائع موجود ہو جائیں۔ درحقیقت، صبر کرنے والی بیوی اس وقت بھی فرمانبردار رہتی ہے جب اس کا شوہر بیماری، معذوری یا عمر رسیدہ ہونے کے باعث اس کی ضروریات کو پورا کرنے کے قابل نہیں رہتا۔

نتیجہ: اسلام میں شادی انسانیت کے لیے ایک نمونہ ہے

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انفرادی طور پر شوہر اور بیوی دونوں پر فرائض کا حکم دیا ہے، جو ان دونوں کے لیے مشترک ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ کچھ ایسے احکامات دیے جو شوہر کے لئے تو فرض کے درجے میں ہیں لیکن بیوی کے لئے فرض نہیں جیسے مالی کفالت کرنا۔ اسی طرح جو بیوی کے فرائض ہیں وہ شوہر کے لئے فرض نہیں جیسے اطاعت کرنا۔ اس طرح شادی شدہ جوڑے کچھ فرائض میں شریک ہوتے ہوئے ایک دوسرے کے فرائض کی تکمیل کو یقینی بناتے ہیں اور یہی ازدواجی زندگی میں سکون کی علامت بنتا ہے۔

اسلام نہ صرف غیر اسلامی روایات پر مبنی شادیوں کے مصائب کا متبادل فراہم کرتا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ مغرب میں دکھ سے بھرپور شادی شدہ زندگیوں، جو مساوات کے ناقص نظریہ پر استوار ہیں، ان کو ایک خاص نقطہ نظر دیتا ہے۔ برابری کا پیمانہ ایک ایسے ڈھانچے پر مبنی ہے جس میں بیوی کو مرد کے ہم پلہ کر دیا گیا ہے۔ عورتوں کو مردوں کے برابر کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مردوں کو ایک پیمانے کے طور پر لے لیا جاتا ہے۔ بڑے مؤثر طریقے سے عورتوں کو مرد کے برابر کرنے کے لیے مغربی قانون نے مردوں کو ایک معیار بنا دیا جس کی وجہ سے ایسا بحران پیدا ہو گیا جس میں اب ایک عورت کو نہ صرف حمل کو مدت تک لے جانے کا بوجھ، پیدائش کے درد کو برداشت کرنا اور بچوں کی پرورش کے لیے انتھک کوشش کرنے کے ساتھ ساتھ اب مالی کفالت کا بوجھ بھی خود اٹھانا ہے۔ اس کے علاوہ بعض

صورتوں میں شوہر اپنے فرائض سے غفلت برتتا ہے جبکہ بیوی دیگر معاملات میں اپنے فرائض سے غفلت برتتی ہے اور ایسی صورتوں میں دونوں گناہ میں پڑ جاتے ہیں۔ یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ شادی کو عدم اطمینان، ناراضگی اور دشمنی کے ساتھ ایک بوجھ اور تناؤ کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: **وَ لَيۡسَ الذَّكَرُ كَالۡاُنۡثٰى، "اور لڑکا لڑکی کی طرح نہیں ہوتا"** (سُورَۃُ آل عمران: 36)۔ اور اللہ سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا: **وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوۡجَيۡنِ الذَّكَرَ وَالۡاُنۡثٰىۙ "اور یہ کہ وہی نر اور مادہ، دو قسم (کے حیوان) پیدا کرتا ہے"** (سُورَۃُ النَّجم: 45)۔ اللہ تعالیٰ نے عورت اور مرد کو دو مختلف جنس میں پیدا کیا ہے۔ دونوں کے درمیان حیاتیاتی فرق میں کسی کے ساتھ کوئی امتیاز نہیں ہے۔ یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی حکمت ہے کہ کچھ فرائض بحیثیت انسان دونوں کے لیے عام ہیں اور کچھ فرائض ان کی جنس اور حیاتیاتی نوعیت کے اعتبار سے خاص ہیں۔ اس طرح مومن مرد اور عورتیں دونوں ازدواجی زندگی میں تعاون کرتے ہیں, جس کی وجہ سے عمومی طور پر معاشرے میں سکون اور اطمینان ہوتا ہے اور اس طرح وہ آخرت میں اپنے اچھے مقام کو یقینی بناتے ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا: **رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخۡزِنَا يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخۡلِفُ الۡمِيۡعَادَ ۔ فَاسۡتَجَابَ لَهُمۡ رَبُّهُمۡ اَنِّىۡ لَاۤ اُضِيۡعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنۡكُمۡ مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى ۚ بَعۡضُكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡضٍ ۚ "اے پروردگار! تو نے جن جن چیزوں کے ہم سے اپنے پیغمبروں کے ذریعے سے وعدے کیے ہیں وہ ہمیں عطا فرما اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کرنا کچھ شک نہیں کہ تو خلاف وعدہ نہیں کرتا۔ تو ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کرلی (اور فرمایا) کہ میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کو، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، ضائع نہیں کرتا"** (سُورَۃُ آل عمران: 194-195)

فہرست

تیسرے خلیفہ راشد، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

الواعی شمارہ 421سے ترجمہ

عثمانؓ اُن دس خوش نصیب حضرات میں سے ایک ہیں جن کو دنیا میں ہی جنت کی بشارت دی گئی، آپؓ سابقون اولون میں سے پانچویں ہیں۔ آپؓ اُن چھ حضرات میں سے ایک ہیں جن سے رسول اللہ ﷺ راضی ہونے کی حالت دنیا سے رحلت فرما گئے، آپ تیسرے خلیفہ راشد ہیں، امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔

صحیح قول کے مطابق یہ صحابیِ رسول عام الفیل سے چھ سال قبل پیدا ہوئے۔ اسلام کے ابتدا ہی میں رسول اللہ ﷺ کے دارِ ارقم میں داخل ہونے سے پہلے ہی اسلام قبول کیا۔ اس وقت آپؓ کی عمر تیس سال سے تجاوز کر چکی تھی۔ آپؓ کو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ کہتے ہوئے اسلام کی دعوت دی: اے عثمان! تم پر افسوس ہے! تم ایک پختہ کار آدمی ہو، حق اور باطل تم سے پوشیدہ نہیں۔ یہ بت جن کی تمہاری قوم عبادت کر رہی ہے کیا یہ بے جان پتھر نہیں ،نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں، نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ فائدہ؟ انہوں نے کہا: جی ہاں اللہ کی قسم ایسا ہی ہے، ابو بکرؓ نے کہا: یہ محمد ﷺ بن عبداللہ جن کو اللہ نے تمام مخلوقات کی طرف اپنا پیغام دے کر مبعوث کیا ہے، کیا آپ ان کے پاس آکر ان کی بات سنو گے؟ عثمان نے کہا: کیوں نہیں۔ اسی وقت رسول اللہ ﷺ گزرے اور فرمایا: **يا عثمان، أجِب الله إلى جنته، فإني رسول الله إليك وإلى جميع خلقه "اے عثمان! جنت کی طرف اللہ کی دعوت کو قبول کرو، میں تمہاری اور تمام مخلوقات کی طرف اللہ کا رسول ہوں"**۔ عثمانؓ نے کہا: "اللہ کی قسم آپ ﷺ کی بات سن کر اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکا اور اسلام قبول کر لیا، اس بات کی گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جس کا کوئی شریک نہیں، اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں"۔

ابن عفانؓ خوش طبع، بردبار تھے، نرم دل اور خوش مزاج تھے۔ بہت عبادت گزار سلیم الفطرت، خوفِ خدا سے لبریز تھے، اپنے رب کی طرف بہت رجوع کرنے والا تھے۔ عثمانؓ میں حلم، فیاضی، حیاء اور پاکدامی سب جمع

تھے؛ اس لیے دل آپ کی طرف کھنچے چلے آتے۔ آپ کے فیاضی کا یہ عالم تھا کہ روایت کی گئی ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے طلحہؓ بن عبید اللہ پر پچاس ہزار درھم تھے۔ طلحہؓ نے عثمانؓ سے کہا: "تمہارا جو کچھ میرے ذمے ہے اس کا بندوبست ہو گیا ہے وہ لے لو"۔ عثمانؓ نے کہا: "ابو محمد وہ تمہارا ہو گیا تمہاری مروت پر وہ میری طرف سے تمہاری مدد ہے"۔ آپ کی حیاء کا یہ عالم تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«أصدق أمتي حياءً عثمان بن عفان» "میری امت کے سب سے سچے حیاء دار عثمان بن عفان ہیں"۔

مسلم نے اپنی صحیح میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث روایت کی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں لیٹے ہوئے تھے، آپ ﷺ کی ران یا پنڈلی کھلی ہوئی تھی کہ ابو بکرؓ نے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ آپ ﷺ نے اسی حالت میں ان کو آنے کی جازت دی اور ان سے بات چیت کرنے لگے، پھر عمرؓ نے اندر آنے کی اجازت چاہی تو اسی حالت میں ان کو اندر آنے کی اجازت دی اور ان سے بات چیت کی، اس کے بعد عثمانؓ نے اندر آنے کی اجازت چاہی تو رسول اللہ ﷺ اٹھ بیٹھے اور اپنے کپڑوں کو درست کیا، محمد (راوی) کہتا ہے کہ: میں یہ نہیں کہتا کہ یہ سب ایک ہی دن میں تھا، عثمانؓ اندر آئے اور بات چیت کی، جب وہ چلے گئے تو عائشہؓ نے کہا: ابو بکرؓ آئے تو آپ ﷺ اٹھ کر نہیں بیٹھے ان کی پرواہ نہیں کی، پھر عمرؓ آئے تو آپ ﷺ سیدھے ہو کر نہیں بیٹھے ان کی پرواہ نہیں کی، اس کے بعد عثمانؓ آئے تو آپ ﷺ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑوں کو برابر کیا!، فرمایا: **ألا أستحي من رجل تستحي منه الملائكة؟! "کیا میں ایسے شخص سے حیاء نہ کروں جن سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں!"**، لوگ آپؓ سے بہت محبت کرتے تھے یہاں تک کہ عورت اپنے چھوٹے بچے کو گود میں نچاتے ہوئے کہتی: "رحمن کی قسم میں تم سے ایسی محبت کرتی ہوں جیسے قریش عثمان سے کرتے ہیں"۔

ان جلیل القدر صحابی کے کچھ شاندار کارنامے ہیں جو ان کی فضیلت اور ان کی جانب اس دین کی مدد پر دلالت کرتے ہیں۔ جب عثمانؓ ایمان لائے تو آپؓ کو اپنے چاچا الحکم بن ابی العاص بن امیہ کے ہاتھوں اللہ کی راہ میں تشدد اور ایذا رسانی کا سامنا ہوا جس نے آپؓ کو پکڑ کر باندھ دیا اور کہا: کیا تم اپنے آباواجداد کے دین کو ترک کر کے ایک نیا دین اختیار کرنا چاہتے ہو؟ جب تک تم اس دین کو ترک نہیں کرو گے تو اللہ کی قسم میں تمہیں آزاد نہیں کروں گا۔ عثمانؓ نے

کہا کہ: اللہ کی قسم میں اس کو کبھی ترک نہیں کروں گا نہ کبھی اس سے الگ ہوں گا۔ جب الحکم نے دین پر آپؓ کے ڈٹ جانے کو دیکھا تو آپؓ کو چھوڑ دیا۔۔۔ پھر آپؓ نے دونوں ہجرتیں کیں: پہلی ہجرت حبشہ کی طرف، دوسری ہجرت مدینہ کی طرف۔۔۔ آپؓ نے جیشِ عسرت (تنگدستی کے وقت کی فوج) کو تیار کیا، چنانچہ عبدالرحمن بن خباب السلمی سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے خطاب کرتے ہوئے جیشِ عسرت کے لیے ترغیب دی تو عثمانؓ نے کہا: میری طرف سے سو اونٹ ان کی زین اور مشکیزوں سمیت حاضر ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے ترغیب دی تو عثمانؓ پھر کہا: میری طرف سے مزید سو اونٹ ان کی زین اور مشکیزوں سمیت حاضر ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ: پھر آپ ﷺ منبر سے نیچے اترے اور ترغیب دی تو عثمانؓ نے ایک بار پھر کہا: میری طرف سے ایک سو مزید اونٹ ان کی زین اور مشکیزوں سمیت حاضر ہیں۔ ترمذی نے عبدالرحمن بن سمرہ روایت کی ہے کہ عثمانؓ اس وقت ایک ہزار دینار لے کر نبی ﷺ کے پاس آئے جب آپ ﷺ نے تنگدستی کے وقت فوج کو تیار کیا اور ان کو آپ ﷺ کے جھولی میں ڈال دیا، عبدالرحمن کہتا ہے کہ: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ان کو الٹ پھیر کرتے ہوئے فرمایا: **«ما ضرَّ عثمانَ ما عمل بعد اليوم، ما ضرَّ عثمانَ ما عمل بعد اليوم»** **"آج کے بعد عثمان جو بھی عمل کرے اس کو کوئی نقصان نہیں آج کے بعد عثمان جو بھی عمل کرے اس کو کوئی نقصان نہیں"**۔ بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«من جهَّز جيش العسرة، فله الجنة»** **"جو تنگدستی کے وقت کی فوج کو تیار کرے گا اس کے لیے جنت ہے"**۔ پھر عثمانؓ نے اس فوج کو تیار کیا۔ رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے یہ روایت بھی آئی ہے کہ جب عثمانؓ نے تنگدستی کے وقت فوج کو تیار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: **اللَّهُمّ ارْضَ عَنْ عُثْمَانَ ، فَإِنِّي عَنْهُ رَاضٍ** **"اے اللہ تو عثمان سے راضی ہو جا، میں راضی ہوں"**۔

اسی طرح بئیر روما (روما کے کنویں) کو کھدوا کر اس کو مسلمانوں کے لیے صدقہ قرار دیا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«من يشتري بئر رومة وله الجنة؟»** **"جو روما کنویں کو خریدے گا اس کے لیے جنت ہے"**۔ پھر عثمانؓ نے اس کو 35 ہزار درھم میں خرید لیا اور مسلمانوں کے لیے صدقہ کر دیا۔۔۔ اسی طرح جب مسجد نبوی مسلمانوں کے لیے تنگ ہونے لگی تو آپؓ نے اس کے آس پاس کی زمین خرید کر مسجد نبوی کی

توسیع کی۔۔۔آپؓ کے عہد میں قرآن کو جمع کیا گیا اور مسلمانوں کی فتوحات نے وسعت اختیار کی اور مسلمان کرہ ارض کے مشرق و مغرب تک پہنچ گئے۔

آپؓ کی عبادت:

عثمانؓ نے قرآن کو براہ راست رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سن لیا، چنانچہ آپؓ ان چند صحابہؓ میں سے تھے جنہوں نے نبی ﷺ کی حیات طیبہ میں ہی پورا قرآن حفظ کر لیا تھا، آپؓ ہی نے نبی ﷺ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ: **«خيركم من تعلّم القرآنَ وعلّمه» "تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے"**۔ محمد بن سیرین رحمہ اللہ نے روایت کی ہے کہ: "عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ رات بھر ایک رکعت میں گزارتے جس میں پورا قرآن پڑھتے تھے"۔ اسی طرح عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اللہ کے اس فرمان کے بارے میں کہا کہ یہ عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے **(أَمَّنْ هُوَ قَٰنِتٌ ءَانَآءَ ٱلَّيْلِ سَاجِدًا وَقَآئِمًا يَحْذَرُ ٱلْأَخِرَةَ وَيَرْجُواْ رَحْمَةَ رَبِّهِۦ) "یا وہ شخص آخرت سے ڈر کر رات بھر رکوع اور سجدے گزارتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہے"** (الزمر 9)۔ یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ جب آپؓ کو قتل کرنے کے لیے آپؓ پر حملہ کیا گیا تو آپؓ کی بیوی نے کہا: "تم اس کو قتل کرو یا نہ کرو اللہ کی قسم ایک رکعت میں پوری رات گزارتا ہے"۔ ابن عفانؓ کو ان کی تجارت یا ان کی خلافت نے قرآن سے بے رغبت نہیں کیا، آپؓ کے اقوال میں سے ہے کہ "اگر تمہارے دل پاک ہو جائیں تو وہ اللہ کے کلام سے کبھی سیر نہیں ہونگے"۔ آپؓ نے یہ بھی فرمایا: "مجھے پسند نہیں کہ کوئی دن مجھ پر ایسا بھی آئے جس میں میں قرآن پر نظر نہ ڈالوں"، اسی طرح فرمایا: "دنیا میں تین چیزیں مجھے بہت پسند ہیں، بھوکوں کو کھلانا، ننگوں کو پہنانا اور قرآن کی تلاوت"۔ ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ: "عثمانؓ جب کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ آپ کی داڑھی تر ہو جاتی، آپ سے کہا گیا کہ: جنت کا ذکر کیا جاتا ہے، آگ کا ذکر کیا جاتا ہے، اس پر آپ نہیں روتے لیکن اس کو دیکھ کر روتے ہیں؟ فرمایا: قرآن آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے، جو اس میں نجات حاصل کرے تو اس کے بعد جو کچھ ہے وہ اس سے آسان ہے، جو اس میں نجات حاصل نہ کرے، اس کے بعد جو کچھ ہے وہ اس سے زیادہ سخت ہو گا"۔ اس کو احمد نے بھی روایت کی

ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ بہت زیادہ روزے رکھنے والے، بہت زیادہ قیام کرنے والے، اللہ سے بہت ڈرنے والے اور ہر وقت قرآن کی تلاوت سے محظوظ ہونے والے تھے۔ آپ کا قول، آپ کی پرہیزگاری اور تقویٰ پر دلالت کرتا ہے، آپؓ فرماتے تھے:" میں نے نہ ہی جاہلیت میں اور نہ ہی اسلام میں کبھی زنا کیا، نہ ہی کبھی چوری کیا ہے"۔

آپؓ کا قرآن کریم کو ایک ہی مصحف میں جمع کرنا

آپؓ کے عہد میں اسلام بہت سارے علاقوں میں پھیل گیا، صحابہؓ کرام منتشر ہو گئے جس کی وجہ سے متعدد قراء تیں وجود میں آئیں اور مختلف لہجے عام ہونے لگے۔ یوں قرآن کی کتابت میں اختلاف اور اس کے لہجے میں تبدیلی کا خوف پیدا ہو گیا، چنانچہ آپؓ نے قرآن ایک ہی حرف میں قریش کی لغت میں جمع کرنے اور اس کو لکھ کر نسخے بنانے کا حکم دیا۔ قرآن رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ٹکڑوں میں تھا جو تختیوں، چمڑوں اور سینوں میں محفوظ تھا جس کو ابو بکرؓ نے صحیفوں میں جمع کیا۔ اس کے بعد عثمانؓ نے ان کو ایک ہی مصحف میں یکجا کیا جس کو (مصحف عثمانی) کا نام دیا گیا، اس کے بعد اس کے کئی نسخے تیار کیا گئے، مسلمانوں کے ہر علاقے میں ایک نسخہ بھیج دیا گیا۔ بخاری نے اپنی صحیح میں انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ:" حذیفہؓ بن یمان رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، آپؓ اہل عراق کے ساتھ مل کر آرمینیا اور اذربیجان کی فتح کی جنگ شامیوں کے خلاف لڑ رہے تھے، حذیفہؓ ان کی قراءت کے اختلاف سے چونک اٹھے، اس لیے حذیفہؓ نے عثمانؓ سے کہا: اے امیر المومنین! اس امت کو سنبھال لیں اس سے پہلے کہ یہ بھی یہود و نصاریٰ کی طرح کتاب (قرآن) میں اختلاف کا شکار ہو جائیں۔ عثمانؓ نے حفصہؓ کو پیغام بھیجا کہ: مصحف کو میرے پاس بھیجیں ہم اس کے نسخے بنا کر اس کو آپ کو واپس کر دیں گے۔ حفصہؓ نے اس کو عثمانؓ کے پاس بھیجا، عثمانؓ نے زیدؓ بن ثابت، عبد اللہ بن زبیرؓ، سعیدؓ بن العاص اور عبد الرحمن بن حارثؓ بن ھشام کو حکم دیا اور انہوں نے اس کے نسخے تیار کر لیے۔ عثمانؓ نے تینوں قریشی سرداروں سے کہا کہ: اگر کہیں تم میں اور زیدؓ میں قرآن کی کسی چیز میں اختلاف ہو جائے تو اس کو قریش کی زبان میں لکھو کیونکہ یہ قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا، جب انہوں نے اس مصحف کے نسخے تیار کر لیے تو عثمانؓ نے وہ مصحف حفصہؓ کو واپس کر دیا اور تیار کیے گئے نسخوں میں سے مصحف کا ایک ایک نسخہ مختلف

علاقوں کو روانہ کیا، اور یہ حکم دیا کہ ان نسخوں کے علاوہ قرآن کا کوئی اور صحیفہ یا نسخہ ہو تو اس کو جلا ڈالیں۔ اسی لیے اس نسخے کو "مصحف امام" کا نام دیا گیا۔

آپؓ کے عہد میں فتوحات:

جب امیر المومنین عثمانؓ نے خلافت کا منصب سنبھال لیا تو جہاد کو ایسا ہی جاری رکھا جیسا آپؓ سے پہلے دونوں خلفاء کے عہد میں تھا۔ سیرت نگاروں نے ذکر کیا ہے کہ آپؓ کے عہد میں فارس کے علاقوں میں سے : طبرستان، ترکی، خراسان، نیسا پور فتح ہوئے۔ یہ علاقے عمرؓ کے عہد میں فتح ہوئے تھے مگر یہاں کے لوگ بپھر گئے اور وہ سب ان کو واپس کرنے کا مطالبہ کیا جو ان سے لیا گیا تھا اور یہ کہ ان کے املاک کو چھوڑ دیا جائے؛ اس پر عثمانؓ نے بصرہ اور کوفہ میں موجود افواج کو فارس میں داخل ہونے اور باغیوں کے خلاف لڑنے کا حکم د۔ یا یوں فارس میں جہاد جاری رہا، اسی طرح آپؓ کے عہد میں عموریہ، طرطوس، انطاکیہ اور شمالی افریقہ فتح کیے گئے، عثمانؓ نے عمروؓ بن العاص کو اپنی فوج کے ساتھ طرابلس اور طنجہ کا رخ کرنے کا حکم دیا یہاں تک کہ وہ الجزائر پہنچ گئے۔ آپؓ نے بیزنطینی حملوں سے اسلامی ساحلوں کے دفاع کے لیے پہلا اسلامی بحری بیڑہ بنایا، چنانچہ قبرص اور اس کے ذیلی علاقوں کو فتح اور رومی سرزمین میں داخل ہو گیا۔

رسول اللہ ﷺ اور بعد کے مسلمانوں کے نزدیک عثمان رضی اللہ عنہ کی قدرومنزلت:

عثمانؓ بدر کے علاوہ تمام جنگوں میں شریک ہوئے؛ بدر کے موقعے پر آپؓ اپنی بیوی رقیہ کی تیمارداری کر رہے تھے، رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کا حصہ مقرر کیا، رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی رقیہ شادی آپؓ سے کی تھی۔ وہ بدر کے معرکے کے بعد انتقال کر گئی تو اس کی بہن ام کلثوم سے شادی کی، وہ بھی آپ کی زوجیت میں ہی انتقال کر گئی، اسی لیے آپؓ کو ذوالنورین کا لقب دیا گیا، علماء نے کہا ہے کہ : عثمانؓ کے علاوہ کسی نے کبھی کسی نبی کی دو بیٹیوں کے ساتھ شادی نہیں کی، یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ : **لو كانت لي ثالثة لزوجته إياها "اگر میری تیسری بیٹی بھی ہوتی تو میں اسی کے نکاح میں دیتا"**۔ آپؓ نے ہی سب سے پہلے اپنی بیوی رقیہ کے ساتھ حبشہ

ہجرت کی، آپؓ بیعت رضوان میں نہیں تھے کیونکہ نبی ﷺ نے آپ کو مکہ بھیجا تھا، پھر یہ افواہ اڑائی گئی کہ قریش نے آپؓ کو قتل کردیا ہے، یہی بیعت کا سبب تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر مار کر فرمایا: یہ عثمانؓ کی طرف سے ہے، اسی کو بیعت رضوان کہا جاتا ہے۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ حدیبیہ کے موقعے پر رسول اللہ ﷺ نے عثمانؓ بن عفان کو ابوسفیان اور قریش کے سرداروں کو یہ پیغام پہنچانے کے لیے بھیجا کہ آپ ﷺ ان کے خلاف جنگ کے لیے نہیں آئے ہیں، بلکہ آپ ﷺ بیت اللہ کی زیارت اور عمرے کے لیے آئے ہیں۔ عثمانؓ مکہ روانہ ہوئے جہاں ابان بن سعید بن العاص کی آپؓ سے ملاقات ہوئی جو آپؓ کو ساتھ لے گیا اور آپؓ کو پناہ دی تاکہ آپؓ رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچا سکیں۔ پھر عثمانؓ ابوسفیان اور قریش کے سرداروں کے پاس گئے اور رسول اللہ ﷺ کا پیغام ان کو پہنچایا۔ پیغام پہنچانے کے بعد جب عثمانؓ فارغ ہوئے تو انہوں عثمانؓ سے کہا کہ آپ چاہیں تو بیت اللہ کا طواف کر سکتے ہیں، آپؓ نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کی جانب سے طواف کرنے سے پہلے طواف نہیں کرونگا، تب قریش نے آپؓ کو قید کرلیا، جبکہ رسول اللہ ﷺ کو خبر دی گئی کہ عثمانؓ کو قتل کیا گیا ہے۔ چونکہ عثمانؓ کے قتل کی خبر مصدقہ نہیں بلکہ افواہ تھی، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو زندہ فرض کرکے آپؓ کی طرف سے بیعت کی۔ اس میں اشارہ تھا کہ عثمانؓ کو قتل نہیں کیا گیا ہے اسی لیے آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر فرمایا: **اللّهم هذه عن عثمان في حاجتك وحاجة رسولك "اے اللہ! یہ عثمان کی طرف سے ہے کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے کام پر گئے ہوئے ہیں"**۔ بخاری میں قتادہ کی حدیث ہے کہ انس رضی اللہ عنہ نے ان کو بتایا کہ: نبی ﷺ احد پہاڑی پر چڑھے تھے، آپ ﷺ کے ساتھ ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ تھے۔ احد ہلنے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا: **«اسكن أُحد**، أظنه ضرَبَه برِجْله، **فليس عليك إلا نبيٌّ، وصِدِّيق، وشهيدان» "احد پرسکون ہو جاؤ**، میرے خیال میں آپ ﷺ نے اس پر پاوں مارا، **تمہارے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں"**۔ ترمذی نے حرث بن عبد الرحمن سے، انہوں نے طلحہؓ سے روایت کی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«لكل نبي رفيق، ورفيقي في الجنة عثمان بن عفان» "ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے جنت میں میرا رفیق عثمان بن عفان ہے"**۔ ابن عساکر نے ابوموسی الاشعری سے مروی ایک صحیح حدیث میں کہا ہے کہ: "ایک بار رسول اللہ ﷺ ایک دیوار کی اوٹ میں بیٹھے تھے، آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک

لکڑی تھی جس کو آپ ﷺ پانی اور مٹی کے درمیان کھینچ رہے تھے کہ ایک شخص نے آنے کی اجازت چاہی، آپ ﷺ نے فرمایا: **افتَحْ له وبشِّرْه بالجنَّةِ "آنے دواوراس کو جنت کی بشارت دو"**: آنے والے ابو بکرؓ تھے ،میں نے ان کو جنت کی بشارت دی۔ پھر ایک شخص نے آنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا: **افتَحْ له وبشِّرْه بالجنَّةِ "اجازت دواوراس کو جنت کی بشارت دو"**، وہ عمرؓ تھے،میں نے آنے کی اجازت دی اور جنت کی بشارت دی۔اس کے بعد ایک اور شخص نے آنے کی اجازت چاہی، آپ ﷺ نے فرمایا: **افتَحْ وبشِّرْه بالجنَّةِ علی بلوَی "آنے دواوراس کو جنت کی بشارت دواور یہ کہ وہ امتحان کا شکار ہوگا"**۔میں نے ان کو آنے کی اجازت دی ، ان کو جنت کی بشارت دی اور آگاہ کیا (جو نبی ﷺ نے کہا تھا)۔ یہ عثمانؓ تھے، اس پر عثمانؓ نے کہا: **اللهُ المُستعانُ وعليه التُّكلانُ** "اللہ ہی مددگار ہے اسی پر بھروسہ ہے"۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ :"ہم نبی ﷺ کے زمانے میں کسی کو ابو بکرؓ، پھر عمرؓ اور پھر عثمانؓ کے برابر نہیں سمجھتے تھے۔اس کے بعد رسول ﷺ کے صحابہؓ کرام میں سے کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دیتے تھے"۔ یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے کہا:"عثمان ہم سب میں زیادہ صلہ رحمی والا ہے"۔اسی طرح عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب عثمان کو قتل کرنے کی خبر ملی تو کہا:"ان کو قتل کیا جو سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے اور رب سے سب سے زیادہ ڈرنے والے تھے"۔ ابو خیثمہ نے ضحاک سے،انہوں نے نزال بن سبرہ سے روایت کی ہے کہ :"ہم نے علیؓ بن ابی طالب سے کہا کہ عثمانؓ کے بارے میں کچھ بتادیں! انہوں نے کہا: یہ وہ شخص ہے جن کو سرداروں میں ذوالنورین کہہ کر پکارا جاتا ہے۔یہ بھی روایت ہے کہ جب عثمانؓ نے تنگ دستی کے وقت کی فوج کو تیار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: **ما ضرَّ عثمانَ ما عمل بعد اليوم "آج کے بعد عثمانؓ جو بھی عمل کرے اس کو کوئی ضرر نہیں ہوگا"**۔

فہرست

ہمارے میڈیا اور تفریحی صنعت کے حوالے سے امریکی منصوبہ

حسن ولید - پاکستان

میڈیا اور تفریحی صنعت کے ذریعے سے غلط افکار کو ایک معمول کی بات بنا دینا

امریکی ٹیلی ویژن پروگرام اور سنیما فلمیں، پہلی نظر میں، خود کو اس طرح پیش کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ یہ سب ہمارے لیے تفریح کرنے کا ایک بے ضرر طریقہ ہے۔ تاہم، مغربی حکومتی ادارے اس تفریحی صنعت کو اس لیے استعمال کرتے ہیں تاکہ مسلم دنیا سمیت دنیا بھر کی فکری اور سیاسی رائے پر اثر انداز ہوا جا سکے۔ تفریحی صنعت ذہنوں کو متاثر کرتی ہے، غلط اور عجیب و غریب تصورات کو معمول کے تصورات بنانے کے لیے جواز فراہم کرتی ہے۔ پچھلے کچھ عرصے کے دوران میڈیا اور تفریحی صنعت کی مدد سے معاشرے میں جھوٹے اور غلط خیالات، جیسے شراب نوشی، تفریح کے لیے منشیات کا استعمال، زنا، بدکاری اور ہم جنس پرستی کو معمول کی بات بنا دیا گیا ہے۔

ہم جنس پرستی کو معمول بنانا

ہالی ووڈ نے خاص طور پر ہم جنس پرستی کو معمول کے طور پر پیش کرنے کے لیے مؤثر کردار ادا کیا ہے، اور ایسی فلموں کو مزاح یا سنسنی میں لپیٹ کر پیش کیا جاتا ہے، جیسے "دی ایٹرنلز" (The Eternals)، "بروک بیک ماونٹین" (Brokeback Mountain) یا " I Now Pronounce You Chuck & Larry"۔ جہاں تک ٹیلی ویژن کا تعلق ہے، 18 جنوری 1996 کو، مزاحیہ ڈرامے "روزین" (Roseanne) کی جانب سے ہم جنس پرستوں کی شادی دکھانے کے صرف پانچ ہفتے بعد بے حد مقبول "فرینڈز" مزاحیہ ڈرامے نے ہم جنس پرستوں کی شادی کو نشر کیا۔ امریکہ میں ابتدائی طور پر اس کی بڑے پیمانے پر مذمت کی گئی۔ پورٹ آرتھر، ٹیکساس میں KJAC-TV اور لیما، اوہائیو میں WLIO نے ڈرامے کی اس قسط کو نشر کرنے سے بھی انکار کر دیا۔ تاہم، وقت کے ساتھ، اس واقعہ نے ایک ماحول بنانے میں کردار ادا کیا، جس کی وجہ سے قانون سازی، میڈیا اور تعلیم

میں اصلاحات ہوئیں۔اب جبکہ ہم جنس پرستوں کی شادی کو ایک معمول کی چیز بنالیا گیا ہے، تو اب بے حیائی کو معمول پر لانے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔

ہیڈونزم(Hedonism) کے تصور کو عام کرنا

فکری طور پر، تفریح مغربی طرزِ زندگی کے ایک بنیادی تصور کو فروغ دیتی ہے، جو کہ ہیڈونزم (Hedonism) ہے۔ ہیڈونزم (Hedonism) ایک مغربی اخلاقی نظریہ ہے کہ کسی بھی ذریعہ سے لذت کا حصول انسانی زندگی کا اعلیٰ ترین اور مناسب مقصد ہے۔ یہ تصور مغربی معاشرے میں چرچ کی طرف سے ذاتی طرزِ عمل پر پابندیوں کے ردعمل کے طور پر پیدا ہوا تھا۔ ہیڈونزم (Hedonism) کا بنیادی سبق یہ ہے کہ مذہب کے ذریعے ذاتی لذت کے حصول پر کوئی پابندی نہیں ہونی چاہیے، جب تک کہ آپ دوسروں کو نقصان نہ پہنچائیں۔ مسلم دنیا میں تفریح کی شکلوں کا تعین کرنے میں امریکی تفریحی صنعت کا کردار تیزی سے بڑھتا جا رہا ہے۔

تفریحی صنعت میں امریکی پینٹاگون اور سی آئی اے کا کردار

یہ عوامی ریکارڈ کی بات ہے کہ 1948 سے امریکی پینٹاگون نے ایک تفریحی رابطہ دفتر قائم کر رکھا ہے۔ یو ایس فریڈم آف انفارمیشن ایکٹ کے ذریعے، فائلوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ 1911 سے 2017 کے درمیان، 800 سے زیادہ فیچر فلموں کو امریکی حکومت کے محکمہ دفاع کی جانب سے تعاون حاصل ہوا۔ ان میں مشہور فلمیں جیسے ٹرانسفارمرز، آئرن مین، اور دی ٹرمینیٹر The Terminator شامل تھیں۔ ٹیلی ویژن پر 1100 سے زیادہ ٹائٹلز کو پینٹاگون کی حمایت حاصل ہوئی، ان میں سے 900 پروگراموں کو 2005 سے معاونت ملی جن میں، فلائٹ 93، آئس روڈ ٹرکرز(Ice Road Truckers) اور آرمی وائیفز(Army Wives) شامل ہیں۔ جب سی آئی اے نے 1996 میں ایک تفریحی رابطہ دفتر قائم کیا تو پھر اس نے ایل پچینو (Al Pacino) کی فلم "دی ریکروٹ" (The Recruit) اور اسامہ بن لادن کے قتل کی فلم "زیرو ڈارک تھرٹی"(Zero Dark Thirty) پر بھرپور طریقے سے کام کیا۔ پینٹاگون میں امریکی محکمہ دفاع کے تفریحی

رابطہ دفتر کی دستاویزات جان گن(John Gunn's) کی فلم "دی سوسائیڈ اسکواڈ" (The Suicide squad)کے متعلق فوجی رابطے اور تعاون کو ظاہر کرتی ہیں، یہ فلم امریکی انٹیلی جنس کے طریقہ واردات کے متعلق ہمدردانہ اور خوش کن جذبات اُبھارتی ہے کہ کس طرح امریکی انٹیلی جنس لاطینی امریکا میں حکومتوں کو غیر مستحکم کرنے کے لیے مجرمانہ پراکسیز(Proxies)اور سیاہ کاروائیاں(Black Operations) بروئے کار لاتی ہے۔

تفریحی صنعت، میڈیا اور قانون سازوں کا گٹھ جوڑ

امریکہ میں، چھ تنظیمیں تمام ذرائع ابلاغ کی مالک ہیں اور انھیں کنٹرول کرتی ہیں،ان کا نیٹ ورک امریکہ سے باہر تک پھیلا ہوا ہے،ان ذرائع ابلاغ میں اخبارات، رسائل، پبلشرز، ٹی وی نیٹ ورکس، کیبل چینلز، ہالی ووڈ اسٹوڈیوز، میوزک لیبلز اور مشہور ویب سائٹس شامل ہیں۔ یہ تنظیمیں ٹائم وارنر(Time Warner)، والٹ ڈزنی (Walt Disney)، ویاکوم (Viacom)، روپرٹ مرڈوک (Rupert Murdoch's) کی نیوز کارپوریشن، سی بی ایس کارپوریشن (CBS Corporation) اور این بی سی یونیورسل (NBC Universal)ہیں۔ دنیا کا سب سے بڑا میڈیا مالک گوگل (Google) بذاتِ خود ہے،اس کے بعد والٹ ڈزنی (Walt Disney)، کامکاسٹ (Comcast)،ٹوینٹی فرسٹ سینچری فاکس (21st Century Fox)اور سی بی ایس کارپوریشن(CBS Corporation)ہیں۔میڈیا کے امریکی ارکینِ کانگریس اور سینیٹرز کے ساتھ مضبوط تعلقات ہیں، جن کی وہ لابی کرتے ہیں اور انہیں بتایا جاتا ہے کہ عوام کو کیا دکھانا ہے۔امریکی میڈیا تنظیموں سے متاثر میڈیا معلومات مسلم دنیا میں خبروں کی اشاعت پر غالب اثر رکھتی ہیں۔

مسلم دنیا میں ہیڈونازم(Hedonism)کا فروغ

مغربی تفریح صنعت کا پوری دنیا میں ایک ایجنڈا ہے، لیکن مسلم دنیا میں اس کا ایک مخصوص چہرا ہے۔ ثقافتی یلغار کا مقصد یہ ہے کہ مغرب اپنی زندگی گزارنے کے طریقے کو اسلامی طرز زندگی کے متبادل ایک پرکشش طرز زندگی کے طور پر پیش کرنا چاہتا ہے۔ماں کی گود میں صحیح راستے پر پلنے والے مسلم نوجوانوں کو تفریح کے ذریعے مغربی طرز

زندگی پر چلنے کی دعوت دی جارہی ہے۔ مغربی تفریحی صنعت کا پیغام یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی بجائے اپنی خواہشات اور ہوس کی پیروی کریں۔ وہ ہمیں یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ جب تک ہم کسی اور کو نقصان نہیں پہنچا رہے، ہم کسی بھی حرام کام کو انجام دے سکتے ہیں۔

ناپسند اور ذمہ داری

یہ سچ ہے کہ انسان چیزوں اور اعمال کو اس بنیاد پر پسند اور ناپسند کرتا ہے کہ وہ کس طرح اس کی خوشی کو متاثر کرتی ہیں۔ تو یہاں انسان چیزوں کو ان کے خوشگوار یا ناخوشگوار ہونے کے نقطہ نظر سے فیصلہ کرتا ہے۔ تاہم، یہ معاملہ اُس کے لیے اُن اعمال کے قانونی یا غیر قانونی ہونے کے معاملے سے الگ ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، **كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ "(مسلمانو) تم پر (اللہ کے راستے میں) لڑنا فرض کر دیا گیا ہے، وہ تمہیں ناگوار تو ہوگا مگر عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بھلی ہو اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ تمہارے لئے نقصان دہ ہو۔ اور ان باتوں کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"** (البقرۃ، 2:216)۔ پس باوجود اس کے کہ آدمی لڑائی کو ناپسند کرتا ہے، وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے کیونکہ قانون ساز نے اسے اچھا (خیر) قرار دیا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا کے مطابق عمل کرنا

اسلام میں ہیڈونزم (Hedonism) کا راستہ نہیں ہے کہ جس میں انسان اپنی پسند اور ناپسند کی بنیاد پر کوئی عمل کرتا یا اس سے اجتناب کرتا ہے۔ اسلام چیزوں اور اعمال سے پرہیز کا تعین ہماری خواہشات کی بنیاد پر نہیں کرتا بلکہ اس بنیاد پر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کیا فیصلہ کیا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خبردار کیا ہے، **وَأَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَن يَفْتِنُوكَ عَن بَعْضِ مَا أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ "اور (ہم پھر تاکید کرتے ہیں کہ) جو (حکم) اللہ نے نازل فرمایا ہے اسی کے مطابق ان میں فیصلہ کریں اور ان کی خواہشات کی**

پیروی نہ کیجئے گا،اور ان سے بچتے رہیں کہ یہ آپ کو کسی ایسے حکم سے جو اللہ نے آپ پر نازل فرمایا ہے ، بھکانہ دیں"(المائدہ،5:49)۔

اپنی پسند اور ناپسند کو اسلام کے مطابق تشکیل دینا

اسلام پسند و ناپسند کی تشکیل اسلامی احکامات کے مطابق کرتا ہے۔ تو ایک مسلمان جہاد کو اس لیے پسند کرتا ہے کیونکہ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا کے لیے کیا جاتا ہے اور وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا حاصل کرنا چاہتا ہے۔ گمراہ آدمی کے برعکس، مؤمن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے احکامات پر خوشی سے عمل کرتا ہے، کیونکہ اس کا مزاج اُن تمام چیزوں سے تشکیل پاتا ہے جو رسول اللہ ﷺ لائے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **لا يُؤمنُ أحدُكم حتى يكونَ هَوَاهُ تبعًا لما جِئتُ بِهِ "تم میں سے کوئی اس وقت تک ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہشات ان تمام چیزوں کے مطابق نہ ہوں جو میں لایا ہوں"**۔ لہٰذا اہلِ ایمان شراب پینے، تفریح کے لیے منشیات کے استعمال اور زنا کو ناپسند کرتے ہیں، اگرچہ وہ لذت بخش ہی ہوں۔ اسی طرح وہ نکاح، نماز اور حلال ذرائع سے کمانے کو پسند کرتے ہیں۔

خلافت میں میڈیا

خلافت میں میڈیا اسلام کی سچائی، افراد اور معاشرہ، دونوں کو حاصل ہونے والے سکون اور خوشی، اور جو انصاف اسلام نے قائم کیا اور ریاست کی فوجی برتری کا پرچار کرے گا۔ مزید برآں، خلافت کا میڈیا انسانوں کے بنائے ہوئے نظام کے جھوٹ اور بدعنوانی کے ساتھ ساتھ دشمن کی عسکری قوت کی کمزوریوں کو بھی بے نقاب کرے گا۔ اس طرح میڈیا پوری دنیا میں اسلام کو پھیلانے میں اہم کردار ادا کرے گا۔ یہ مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ نبوت کے طریقے پر خلافت کے لیے کام کریں، جو اس بات کو یقینی بنائے گی کہ میڈیا انسانیت کو ہیڈونزم کی جہالت کے اندھیروں سے نکال کر اسلام کی روشنی میں لے جانے کے لیے اپنا کردار ادا کرے۔

فہرست

روس یوکرین کی دلدل میں دھنس رہا ہے

انجینئر معیز،-لایہ پاکستان

ایسا لگتا ہے کہ روس نے یوکرین کی افواج کی ہمت اور لڑنے کی صلاحیت کا صحیح اندازہ نہیں لگایا تھا۔روس اس غلط فہمی کا شکار تھا کہ یوکرین کی افواج روسی حملے کا مقابلہ نہیں کر سکیں گی۔روس کو یہ غلط فہمی روسی اشتعال انگیزی کے مقابلے میں یوکرین کے صدر کی جانب سے احتیاط، صبر اور تحمل کا مظاہرہ کرنے کی وجہ سے لاحق ہوئی،اور یوکرائنی افواج نے ابتدائی طور پر مشرقی یوکرین میں روسی فوجی حملوں کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔لہٰذا،روس کا خیال تھا کہ یوکرین کے پاس لڑنے کی صلاحیت اور ارادہ نہیں ہے اور اس لیے وہ روسی جارحیت کا جواب نہیں دے رہا ہے۔یوکرین کے صدر نے روس کے ساتھ جنگ شروع نہ کرنے کی پوری کوشش کی، جبکہ چلاک بائیڈن روسی ریچھ کو یورپ کے اندر ایک تباہ کن جنگ شروع کرنے پر اکسانے کی پوری کوشش کر رہا تھا۔

روس نے یوکرین کی فوجی طاقت کو کم سمجھا۔اس کم تر اندازے کی مغربی فوجی تجزیہ کاروں نے تصدیق کی تاکہ روس دھوکہ کھا جائے، جنہوں نے یہ نعرہ لگانا شروع کیا کہ روسی افواج چند دنوں میں یوکرین کے دارالحکومت کیف(Kyiv)کو فتح کرلیں گی۔مزید یہ کہ روس اپنی بڑی تعداد اور اعلیٰ فوجی ٹیکنالوجی کی وجہ سے غرور میں مبتلا تھا۔اسے روس کی سرحد پر یوکرین میں واقع ڈونباس کے علاقے میں وہاں کے لوگوں کی حمایت حاصل تھی، جبکہ بیلاروس نے بھی ماسکو کی مدد کرنے پر رضامندی کا اظہار کیا تھا۔ان سب باتوں نے پوٹن کو مغرور بنا دیا،اور اسے یوکرین کی طاقت کا غلط اندازہ لگانے پر مائل کر دیا،اور اس کی سیاسی سوچ کو کند کر دیا۔

روس نے جنگ کی اچھی منصوبہ بندی نہیں کی کیونکہ اسے توقع تھی کہ جنگ ہفتوں یا چند مہینوں میں ختم ہو جائے گی۔یوکرین میں روس کی ناکامی کو فوجی حلقوں میں بڑے پیمانے پر فوجی نقل و حمل (لاجسٹک) کی ناکامی کی مثال اور اس سے حاصل ہونے والے سبق کو زیر بحث لایا جا رہا ہے۔جنگ کے ابتدائی مراحل میں،یوکرائنی افواج نے روسی

افواج کا براہ راست سامنا نہیں کیا۔ اس کے بجائے، انہوں نے روسی رسد (سپلائی لائن) کو نشانہ بنانے پر توجہ مرکوز کی، جس نے روسی فوجی کارروائیوں کو مفلوج کر دیا۔

روس نے نیٹو، امریکہ اور یورپ کے ردعمل کا بھی غلط اندازہ لگایا۔ اس کا خیال تھا کہ روس کے تیل اور گیس پر یورپ کے توانائی کے انحصار کی وجہ سے روس کو یورپ پر برتری حاصل ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ کریملن نے یوکرین کے لیے نیٹو کی فوجی مدد کی حد کا بھی غلط اندازہ لگایا تھا۔ روس کو اندازہ تھا کہ امریکہ سخت اقتصادی پابندیاں لگائے گا، تاہم اس کا خیال تھا کہ چونکہ اس نے 2014 میں کریمیا کے روس میں زبردستی الحاق کے بعد مغربی پابندیوں کا مقابلہ کیا تھا، لہٰذا روس اب بھی اسی طرح کی پابندیوں کو برداشت کر لے گا۔ شاید، روس کا خیال تھا کہ وہ امریکہ اور یورپ کے درمیان فاصلہ پیدا کرنے کے لیے ایک طرف روسی توانائی پر جرمن انحصار کو اور دوسری طرف فرانس کی امریکہ دشمنی کو استعمال کر سکتا ہے، لیکن یہ اب تک ہو نہیں سکا۔

ایسا لگتا ہے کہ پوٹن نے امریکی پالیسی اور اس کی سیاسی سوچ کی گہرائی اور وسعت کو کم سمجھا۔ روس کا خیال تھا کہ جنگ اسے امریکہ کے خلاف فائدہ پہنچائے گی، کیونکہ امریکہ امریکی بین الاقوامی نظام کو بچانے کی کوشش کرے گا اور اس طرح وہ روس کے ساتھ مذاکرات پر مجبور ہو جائے گا۔ اس کے بعد روس امریکہ اور نیٹو کے ساتھ ایک نئے جامع سکیورٹی انتظامات پر دستخط کرے گا، جس سے مشرقی یورپ میں روسی مفادات کے حوالے سے خطرات ختم ہو جائیں گے۔ روس یہ سمجھنے میں ناکام رہا کہ بائیڈن دراصل روس کو اکسانا اور یوکرین کی دلدل میں کھینچنا چاہتا تھا، جبکہ امریکہ روس کی کوئی بات نہیں مانے گا۔ روس یہ بھی سمجھنے سے قاصر رہا کہ امریکہ نے اس جنگ کو روس کو چین سے الگ کرنے کے ایک موقع کے طور پر دیکھا کہ وہ روس کو یوکرین میں پھنسا کر اس کی کمزوری کو استعمال کرتے ہوئے چین کے خلاف اس کا تعاون مانگے گا۔ روس نے غلط اندازہ لگایا کہ بائیڈن تو یورپ کے اندر ایک طویل جنگ کے ذریعے اپنے حریفوں کو جلانا چاہتا تھا، اور ساتھ ہی روس کے خطرے کو استعمال کرتے ہوئے یورپ کو امریکہ کے بازو تلے دبائے رکھنا چاہتا ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ شام میں روس کی جانب سے ادا کیے جانے والے کردار نے روس کو اپنی عظمت کا غلط احساس دلایا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ وہیں واپس اس مقام پر آگیا ہے جہاں سوویت یونین کبھی افغانستان کے جال میں پھنسنے سے قبل تھا۔ پوٹن اس بات کا خواہش مند تھا کہ روس اور امریکہ دونوں مل کے مشترکہ طور پر عالمی معاملات کو سنبھالیں۔ اس لیے پوٹن نے روس کو ایک بڑی طاقت کے طور پر سمجھا، جو حیثیت میں امریکہ کے برابر ہے۔ افغانستان میں امریکہ کی تذلیل، چین کے ساتھ دشمنی پر امریکہ کی توجہ، امریکہ کی اندرونی سیاست میں شدید اختلافات (پولرائزیشن) اور 2016 کے امریکی انتخابات میں ہونے والی ہیرا پھیری میں روس کا کردار اور امریکی نجی اور سرکاری انفراسٹرکچر کے خلاف روسی سائبر حملوں نے روس کو یہ جھوٹا اعتماد دلایا کہ وہ امریکہ کے برابر ہے۔ اس نے محسوس کیا کہ امریکہ زوال کا شکار ہے اور شاید یہی وقت ہے کہ روسی فائدے کے لیے امریکی کمزوری سے فائدہ اٹھایا جائے۔ تاہم، روس اپنی طاقت کا غلط اندازہ لگا رہا تھا، اور وہ یوکرین کی دلدل میں پھنس گیا۔

امت اسلامیہ کے سامنے دنیا کے حالات واضح ہیں کہ اس وقت دنیا کے معاملات سفاک بڑی طاقتوں کے ہاتھوں میں ہیں، جو مادی مفادات کے حصول کے لیے کسی بھی حد تک چلے جاتے ہیں جس کی انسانیت کو بھاری قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ امت اسلامیہ ہی دنیا کو بڑی استعماری طاقتوں سے نجات دلائے گی جو دنیا میں جنگل کے درندوں کی طرح گھومتی ہیں، اور کمزوروں کو کھا جاتی ہیں۔ آج کی بڑی طاقتوں کی کشمکش پرانے وقتوں کی فارسیوں اور رومیوں کے درمیان کشمکش کی طرح ہے، اور جب وہ آپس میں لڑ لڑ کر تھک رہے تھے اور دنیا اُن کی ہوس گیری سے تنگ آچکی تھی تو اسی دوران اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسلام کو ایک ریاست، حکومت اور طاقت کے طور پر دنیا میں قائم کیا تھا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو کچھ نازل کیا ہے اس کے مطابق حکمرانی کرتے ہوئے اور اللہ کی راہ میں جہاد کے ذریعے ظلم کو دور کرتے ہوئے امت کو اپنی اصل حالت کی طرف لوٹنا چاہیے۔ صرف اسلام ہی ہے جو کمزوروں کی حفاظت کرتا ہے اور مظلوم کو انصاف فراہم کرتا ہے، جبکہ اسلام کا غلبہ قائم کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ نبوت کے نقش قدم پر خلافت کو دوبارہ قائم کرنے کی کوشش کریں جس کی واپسی کی اللہ کے رسول ﷺ نے بشارت دی ہے،

«ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ»

"پھر نبوت کے نقش قدم پر خلافت قائم ہو گی۔" (احمد نے روایت کیا)۔

فہرست

فتنے کے دور میں سچ کی جدوجہد کرو جس کے خاتمے کا وقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علم میں ہے

پوری مسلم دنیا میں مسلمان اپنے دین سے محبت اور لگاؤ کی وجہ سے ظلم کے دور سے گزر رہے ہیں۔ مسلمان اس بات کا مشاہدہ کر رہے ہیں کہ جو لوگ اسلام کی دعوت دیتے ہیں ان پر مظالم ڈھائے جاتے ہیں۔ یہ مظالم اس حد تک ہوتے ہیں کہ حکومتوں کو اس بات کی بھی کوئی شرم وحیا نہیں کہ ان کے مظالم کا شکار، بوڑھے، بیمار اور خواتین بن رہی ہیں۔ حالات اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ حکومتوں کی دین اسلام سے غفلت بلکہ بغاوت مکمل طور پر بے نقاب ہو چکی ہے۔ یقیناً یہی وقت ہے کہ حق وسچ کے لیے جدوجہد کی جائے تاکہ حکمرانوں کی جانب سے پیدا کیے گئے فتنوں کو ختم کیا جا سکے۔

لیکن کچھ مسلمان بجائے اس کے کہ حق وسچ کی جدوجہد کریں خود کو اس جدوجہد سے پیچھے کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ " فتنے کا یہ دور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علم سے ہی ہے تو اس معاملے کو اللہ پر چھوڑ دیا جائے"۔ اس طرح وہ سپر انداز ہو کر جمود کی کیفیت میں چلے جاتے ہیں اور جابروں کی جانب سے ہونے والے ظلم وجبر پر خاموشی اختیار کر لیتے ہیں۔ وہ خلافت کے داعیوں اور جابروں کے درمیان ہونے والی کشمکش پر تماشائی بن جاتے ہیں جبکہ انہیں اس میں حصہ لے کر جبر کی حکمرانی کے خاتمے کے لیے اپنا بھرپور کردار ادا کرنا چاہیے۔ تو وہ صحافی جو جبر کے متعلق لکھ سکتا ہے لیکن اپنا قلم نہیں اٹھاتا۔ وہ عالم جو خلافت کی دعوت کے حق میں خطبہ دے سکتا ہے اس کے متعلق بات ہی نہیں کرتا۔ وہ انسانی حقوق کا رہنما یا کارکن جو مظلوموں کے معاملات کو اٹھا سکتا ہے، اپنا منہ موڑ لیتا ہے۔ اور وہ آرمی آفیسر جو نُصرہ دے کر جابروں کو ان کے جبر کی انتہا پر روک اور پکڑ سکتا ہے، نُصرہ دینے سے انکار کر دیتا ہے۔ لیکن وہ غلطی کا شکار ہو گئے ہیں اور انہوں نے خود کو گناہ میں مبتلا کر لیا ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا علم، کہ کب ظلم کے اس دور کا خاتمہ ہو گا، ان کی بے عملی کا کسی صورت جواز نہیں بن سکتا۔

یقیناً جو کچھ ہو چکا ہے، جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ اس امت کے ساتھ ہو گا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس سے پہلے سے باخبر ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، **وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لاَ يَعْلَمُهَا إِلاَّ هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلاَّ يَعْلَمُهَا وَلاَ حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الأَرْضِ وَلاَ رَطْبٍ وَلاَ يَابِسٍ إِلاَّ فِي كِتَابٍ مُبِينٍ** "اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور اسے جنگلوں اور دریاؤں کی سب چیزوں کا علم ہے۔ اور کوئی پتہ نہیں جھڑتا مگر وہ اس کو جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی ہری اور سوکھی چیز نہیں ہے مگر کتاب روشن میں (لکھی ہوئی) ہے" (الانعام: 59)۔ اس آیت میں جس محفوظ کتاب کا ذکر کیا گیا ہے وہ لوح محفوظ ہے۔ اس کا توثیق اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ کہنا ہے: **إِلاَّ يَعْلَمُهَا** 'اس کے سوا کوئی نہیں جانتا'۔ لہٰذا لوح محفوظ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علم کے متعلق ایک اشارہ (کنایہ) ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس بات کو یقینی بنایا تھا کہ اسلام کی پہلی نسل، جو باقی تمام نسلوں سے بہترین ہے، کبھی بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علم کو جواز بنا کر بے عملی کا شکار نہ ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ وہ ہر دور میں نیک اعمال اختیار کریں اور انہیں اس بات سے منع فرمایا تھا کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علم کو جواز بنا کر بے عمل نہ ہو جائیں۔ بخاری نے روایت کی ہے کہ علیؓ نے فرمایا، کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ ﷺ نے فرمایا، **مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلاَّ وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ** "تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا ٹھکانا جنت یا جہنم میں لکھا نہ جا چکا ہو"۔ ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! پھر کیوں نہ ہم اپنی تقدیر پر بھروسہ کر لیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، **لاَ، اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ** "نہیں! عمل کرتے رہو کہ ہر شخص کو اسی عمل کی توفیق ملتی رہتی ہے جو اسے اس کے ٹھکانے کی طرف لے جائے گا"۔ پھر آپ ﷺ نے تلاوت فرمائی، **فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَٱتَّقَىٰ ط وَصَدَّقَ بِٱلْحُسْنَىٰ ط فَسَنُيَسِّرُهُۥ لِلْيُسْرَىٰ ط وَأَمَّا مَنۢ بَخِلَ وَٱسْتَغْنَىٰ ط وَكَذَّبَ بِٱلْحُسْنَىٰ ط فَسَنُيَسِّرُهُۥ لِلْعُسْرَىٰ** "تو جس نے (اللہ کے رستے میں مال) دیا اور پرہیزگاری کی، اور نیک بات کو سچ جانا، اس کو ہم آسان طریقے کی توفیق دیں گے، اور جس نے بخل کیا اور بے پروا بنا رہا، اور نیک بات کو جھوٹ سمجھا، اسے سختی میں پہنچائیں گے" (اللیل: 10-5)۔

لہٰذا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے علم پر ایمان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس پر انحصار کیا جائے کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے علم کی کسی کو خبر نہیں ہو سکتی جب تک اللہ سبحانہ و تعالیٰ خود اس سے آگاہ نہ کریں۔ تو پھر انسان کو عمل کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرنے کے لیے کس چیز پر بھروسہ کرے؟ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے سوال کیا کہ کیا ہمیں اس (تقدیر) پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، نہیں! یعنی آپ ﷺ نے تقدیر (لکھے ہوئے) پر بھروسہ کرنے سے منع فرمایا۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ صرف اس بات سے ہی مطمئن نہیں ہو گئے بلکہ اس کے بعد **اعْمَلُوا** 'عمل' پر زور دیا، یعنی آپ ﷺ نے عمل کا حکم دیا۔ لہٰذا آپ ﷺ کا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے علم پر انحصار کرنے سے منع کرنا اور یہ حکم دینا کے عمل کرو اس بات کا مکمل ثبوت (دلیل صریح) ہے کہ عمل کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے علم سے نہیں جوڑا جا سکتا۔

لہٰذا جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مکّہ کے سخت مصائب اور مشکلات کے بعد یمن میں امن و تحفظ کے دور سے آگاہ کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو اس خبر پر انحصار کر کے بیٹھ جانے اور عمل سے رک جانے کی اجازت نہیں دی تاکہ دین کو سربلندی حاصل ہو۔ خبّاب بن الأرت سے روایت ہے جنہیں بہت زیادہ تشدد کا نشانہ بنایا گیا تھا، "ہم نے رسول اللہ ﷺ سے (کفار کے مظالم کی) شکایت کی جبکہ وہ کعبہ کے سائے میں بیٹھے تھے۔ ہم نے آپ ﷺ سے کہا، 'کیا آپ ﷺ ہمارے لیے مدد طلب کریں گے؟ کیا آپ ﷺ ہمارے لیے اللہ سے دعا کریں گے؟' آپ ﷺ نے فرمایا، **كَانَ الرَّجُلُ فِيمَنْ قَبْلَكُمْ يُحْفَرُ لَهُ فِي الأَرْضِ فَيُجْعَلُ فِيهِ، فَيُجَاءُ بِالْمِنْشَارِ، فَيُوضَعُ عَلَى رَأْسِهِ فَيُشَقُّ بِاثْنَتَيْنِ، وَمَا يَصُدُّهُ ذَلِكَ عَنْ دِينِهِ، وَيُمْشَطُ بِأَمْشَاطِ الْحَدِيدِ، مَا دُونَ لَحْمِهِ مِنْ عَظْمٍ أَوْ عَصَبٍ، وَمَا يَصُدُّهُ ذَلِكَ عَنْ دِينِهِ، وَاللَّهِ لَيُتِمَّنَّ هَذَا الأَمْرَ حَتَّى يَسِيرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ إِلَى حَضْرَمَوْتَ، لاَ يَخَافُ إِلاَّ اللَّهَ أَوِ الذِّئْبَ عَلَى غَنَمِهِ، وَلَكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُونَ** "(ایمان لانے کی سزا میں) تم سے پہلی امتوں کے لوگوں کے لیے گڑھا کھودا جاتا اور انہیں اس میں ڈال دیا جاتا۔ پھر ان کے سر پر آرا رکھ کر ان کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے پھر بھی وہ اپنے دین سے نہ پھرتے۔ لوہے کے کنگھوں کو ان کے گوشت میں دھنسا کر اسے ان کی ہڈیوں اور پٹھوں سے نوچا جاتا پھر بھی وہ اپنا ایمان نہ چھوڑتے۔ اللہ کی قسم یہ امر (اسلام) بھی کمال کو پہنچے گا اور ایک زمانہ آئے گا کہ ایک

سوار مقام صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا اور (راستوں کے پر امن ہونے کی وجہ سے) اسے اللہ کے سوا اور کسی کا ڈر نہیں ہوگا۔ یا صرف بھیڑیئے کا خوف ہوگا کہ کہیں اس کی بکریوں کو نہ کھا جائے لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو"۔ تو اللہ کے اس علم سے رسول اللہ ﷺ کو آگاہ کیا گیا کہ امن کا ایک ایسا دور آنے والا ہے لیکن اس کو جواز بنا کر صحابہؓ کو اس بات کی اجازت نہیں دی گئی کہ وہ مظالم کی وجہ سے اسلام کے نفاذ کی جدوجہد سے دستبردار ہو جائیں۔ صحابہؓ نے صبر کا مظاہرہ کیا، انہوں نے جدوجہد کی اور وہ کامیاب ہوئے۔ لہٰذا انہوں نے اسلام کے لیے آواز بلند کی، انہیں اسلام کے نفاذ کے لیے نصرملی اور انہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا تا کہ اسلام کی بالادستی کو یقینی بنائیں۔

اسی طرح ہمارے موجودہ ظلم کے دور کے متعلق رسول اللہ ﷺ کو خوشخبری سنائی گئی تھی کہ خلیفہ مہدی کی واپسی سے قبل خلافت واپس آئے گی۔ اُمّ سلمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا:

يَكُونُ اخْتِلَافٌ عِنْدَ مَوْتِ خَلِيفَةٍ فَيَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ، فَيَأْتِي مَكَّةَ، فَيَسْتَخْرِجُهُ النَّاسُ مِنْ بَيْتِهِ وَهُوَ كَارِهٌ فَيُبَايِعُونَهُ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ، فَيُجَهَّزُ إِلَيْهِ جَيْشٌ مِنَ الشَّامِ، حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالْبَيْدَاءِ خُسِفَ بِهِمْ، فَيَأْتِيهِ عَصَائِبُ الْعِرَاقِ وَأَبْدَالُ الشَّامِ، وَيَنْشَأُ رَجُلٌ بِالشَّامِ، وَأَخْوَالُهُ كَلْبٌ فَيُجَهَّزُ إِلَيْهِ جَيْشٌ، فَيَهْزِمُهُمُ اللَّهُ، فَتَكُونُ الدَّبْرَةُ عَلَيْهِمْ، فَذَلِكَ يَوْمُ كَلْبٍ، الْخَائِبُ: مَنْ خَابَ مِنْ غَنِيمَةِ كَلْبٍ، فَيَسْتَفْتِحُ الْكُنُوزَ، وَيَقْسِمُ الْأَمْوَالَ، وَيُلْقِي الْإِسْلَامُ بِجِرَانِهِ إِلَى الْأَرْضِ، فَيَعِيشُ بِذَلِكَ سَبْعَ سِنِينَ أَوْ قَالَ: تِسْعَ سِنِينَ"ایک خلیفہ کی موت کے وقت اختلاف ہوگا تو بنو ہاشم میں سے ایک شخص مکہ کی طرف بھاگتے ہوئے نکلے گا، اہل مکہ میں سے کچھ لوگ اس کے پاس آئیں گے اور اس کو امامت کے لیے پیش کریں گے، اسے یہ پسند نہ ہوگا، پھر حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان لوگ اس سے بیعت کریں گے، اور شام کی جانب سے ایک لشکر اس کے خلاف بھیجا جائے گا تو مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام بیداء میں وہ سب کے سب دھنسا دیئے جائیں گے، جب لوگ اس صورت حال کو دیکھیں گے تو شام کے پارسا لوگ اور اہل عراق کے بہترین لوگ اس کے پاس آئیں گی، حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان اس سے بیعت کریں گی، اس کے بعد ایک شخص قریش میں سے اٹھے گا جس کا ننھیال بنی کلب میں ہوگا جو ایک لشکر ان کی طرف بھیجے گا، وہ اس پر غالب آئیں گے، یہی کلب کا لشکر ہوگا، اور نامراد رہے گا وہ شخص جو کلب کے مال غنیمت میں حاضر نہ رہے، وہ مال غنیمت تقسیم کرے گا اور لوگوں میں ان کے نبی کی سنت کو

جاری کرے گا، اور اسلام زمین پر نافذ ہو جائے گا، وہ سات سال تک حکمرانی کرے گا، یا آپ نے کہا کہ 9 سال تک حکمرانی کرے گا"(اس حدیث کو الطبرانی نے الاوسط میں روایت کیا، اور ہیثمی نے مجمع الزوائد میں روایت کیا اور کہا کہ اس کے راوی مستند اور صحیح ہیں)۔ حدیث کے راوی اور اس کی شرح کرنے والے اس بات پر متفق ہیں حدیث میں جس خلیفہ کی بات کی گئی ہے وہ مہدی ہیں جبکہ حدیث کے شروع میں آپ ﷺ نے فرمایا، **اخْتِلَافٌ عِنْدَ مَوْتِ خَلِيفَةٍ** "ایک خلیفہ کی موت کے وقت اختلاف ہو گا"، مطلب یہ کہ امام مہدی کے آنے سے قبل خلافت موجود ہو گی۔

تو بشارت پر مبنی اس حدیث سے ہمیں آج کے دور میں کیا سبق لینا چاہیے؟ کیا اس کا مطلب یہ ہے کی ایک حاملِ دعوت اپنی دعوت سے دستبردار ہو کر خاموشی سے بیٹھ جائے؟ یا یہ کہ ایک دینی عالم، انسانی حقوق کا کارکن اور صحافی خلافت کے منصوبے کی حمایت سے ہاتھ کھینچ لے؟ یا یہ کہ ایک آرمی آفیسر نُصرہ فراہم کرنے کی اپنی ذمہ داری سے منہ موڑ لے؟ نہیں، کسی بھی صورت اس ذمہ داری سے منہ نہیں موڑا جا سکتا۔ اے مسلمانو! رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خبردار کیا تھا اس وقت کے متعلق جب فتنے کے دور میں خرابی پھیل جائے گی۔ لیکن آپ ﷺ نے ان لوگوں کی بھی نشاندہی کی تھی جنہیں اللہ کی رضامندی حاصل ہو گی۔ سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **بدأ الإسلام غريباً وسيعود غريباً كما بدأ فطوبى للغرباء قالوا يا رسول الله ومن الغرباء؟ قال الذين يصلحون عند فساد الناس** "اسلام اجنبی حالت میں شروع ہوا اور عنقریب پھر اجنبی ہو جائے گا، جیسے شروع میں تھا، تو ایسے وقت میں اس پر قائم رہنے والے اجنبیوں (غرباء) کے لیے خوشخبری ہے"۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا، "اے اللہ کے رسول ﷺ وہ اجنبی کون لوگ ہیں؟"۔ آپ ﷺ نے فرمایا، وہ جو لوگوں کی اصلاح کریں گے جب لوگوں میں بگاڑ آ چکا ہو"۔ یہ حدیث طبرانی نے الکبیر میں روایت کی ہے۔ اور الاوسط کی روایت میں ہے: **يصلحون إذا فسد الناس** "وہ لوگوں کی اصلاح کریں گے جب وہ خراب ہو جائیں"۔ لفظ 'اذا' یعنی 'جب' اس کے لیے استعمال ہوتا ہے جو آنے والے زمانے سے تعلق رکھتا ہو۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث صحابہ کے متعلق نہیں کہ جنہوں نے سب سے پہلے لوگوں کی اصلاح کی بلکہ یہ بعد کے

دور کے متعلق ہے کہ جب اصلاح کے بعد دوبارالوگوں میں بگاڑ آجائے گا۔ پس ہمیں مایوسی اور بے عملی سے نجات حاصل کرنی ہے۔ ہمیں اپنی ذمہ داری ادا کرنی ہے تاکہ ہم ان لوگوں میں شامل ہوسکیں جوان بشارتوں کا مشاہدہ کریں گے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے خوشنودی حاصل کریں گے۔

فہرست

امپورٹڈ نظام نامنظور

ڈاکٹر عبدالبصیر—ولایہ پاکستان

یہ صرف پاکستان میں امپورٹڈ حکومت ہی نہیں ہے جو نامنظور ہے، بلکہ اصل میں یہ امپورٹڈ نظام ہے جو پاکستان کو استعمار کا غلام بناتا ہے۔اس بات سے قطع نظر کہ حکومت کو کسی بیرونی سازش یا اندرونی طاقت کی کشمکش کی وجہ سے ہٹایا گیا تھا، کچھ لوگ بیرونی مداخلت کی سطحی بحث میں پھنسے ہوئے ہیں۔وہ اس بات پر زیادہ فکر مند ہیں کہ آیا صحیح لفظ کا انتخاب مداخلت ہے یا سازش ہے، یا یہ امریکی حکومت کا خط تھا یا ہمارے اپنے سفیر کی طرف سے وصول کی گئی ہدایات، یا یہ رسمی ملاقات تھی یا غیر رسمی، یا یہ ڈونلڈ لیو (Donald Lu) کی رائے تھی یا امریکی ریاستی پالیسی؟ غرض یہ سب اس طرح سے بحث کر رہے ہیں جیسے امریکی مداخلت، یا کوئی اس سے بھی بڑے درجے کی مداخلت پاکستان کی سیاست میں کوئی راز ہے! کیا یہ لوگ اس حقیقت سے غافل ہیں کہ صرف عمران خان کی حکومت ہی نہیں بلکہ پچھلی تمام حکومتیں بشمول نواز شریف، زرداری اور مشرف کی حکومتیں، براہ راست امریکی حکومت سے احکامات لیتی رہیں ہیں، چاہے وہ ریمنڈ ڈیوس کی حوالگی ہو، ملک کے فضائی اڈوں کو امریکیوں کے حوالے کرنا ہو، یا اپنے ہی ملک کے شہریوں کے گھروں پر رات کی تاریکی میں چھاپے مارنے یا ان پر ڈرون حملوں کی اجازت دینے کا معاملہ ہو، یا امریکی فوجیوں کو فوجی رسد یا ہوائی راہداری دینے کا مطالبہ ہو۔افغان طالبان جنگجوؤں کا شکار کرنے سے لے کر کشمیر کے جہاد کو کچلنے تک، کسی شک و شبہ کے بغیر، یہ سب واضح امریکی ہدایات پر کیا جاتا رہا ہے۔

تو پھر یہ بحث کیوں؟ کیا واقعی کوئی ہے جو سچے دل سے یقین رکھتا ہو کہ عمران خان ان سب سے مختلف تھا؟ اگر ایسا ہے تو کیا وہ بھول گئے ہیں کہ یہ عمران خان ہی تھا جس نے ٹرمپ کو مسئلہ کشمیر پر مداخلت کی دعوت دی تھی؟ یا کیا پھر وہ اُس معروف مضمون سے ناواقف ہیں جو عمران خان نے واشنگٹن پوسٹ کے لیے لکھا تھا جس میں اُس نے طالبان کو مذاکرات کی میز پر لانے کا سہرا لینے کے بعد امریکہ کو وہ مختلف طریقے گنوائے کہ جن کے ذریعے وہ چاہتا تھا کہ امریکہ افغانستان میں ملوث ہو؟ اور اس بارے میں کیا خیال ہے کہ جس میں عمران خان نے وزیر توانائی حماد اظہر کو ذمہ داری

سونپی تھی کہ کیسے ایف اے ٹی ایف کے 34 عملی نکات اور 27 ہدایات پر صحیح معنوں میں عمل درآمد کرایا جاسکتا ہے؟ کیا ہم عمران خان کے دور میں مزید نیچے نہیں گر گئے جب آئی ایم ایف کے ایک ملازم کو گورنر اسٹیٹ بینک مقرر کرنے کے بعد اُن ہی کی ہدایت پر پارلیمنٹ کے ذریعے قانون پاس کر کے اسٹیٹ بینک کی خود مختاری کو سرنڈر کر دیا گیا؟ کیا امریکہ 2001 سے لے کر خان کی حکومت کے دوران بھی ایئر لائنز آف کمیونیکیشن (ALOC) اور گراؤنڈ لائنز آف کمیونیکیشن (GLOC) کے باہمی تعاون کے معاہدوں کے ذریعے افغانستان کو کنٹرول نہیں کرتا رہا تھا؟ کیا یہ عمران خان کی وزارت عظمیٰ نہیں تھی کہ جس کے دوران حافظ سعید کو 31 سال قید کی سزا سنائی گئی؟ اور موجودہ حکومت کی تو کیا بات کی جائے جو بڑے فخر سے اپنے بھکاری ہونے کا اعلان کرتی ہے اور چینی قرضوں اور روسی فنڈ سے چلنے والی پائپ لائنز مانگتی ہے اور کسی بھی قیمت پر یورپی منڈیوں تک رسائی چاہتی ہے۔ موجودہ وزیر خزانہ مفتاح اسماعیل کا حالیہ دورہِ امریکہ IMF کو ان کی پالیسیوں کی مکمل اور مسلسل تابعداری کا یقین دلانے کے لیے کافی ہوگا۔

اب چونکہ اپوزیشن اور حکومت دونوں ہی امریکہ کی تابعداری کرنے میں کوئی مختلف نہیں ہیں، اس لئے امریکی ڈکٹیشن اور صریح مداخلت ایک معمول بن چکا ہے، تو سوال یہ ہے کہ حقیقی معنوں میں خود مختار ہونے کا راستہ کیا ہے؟ 'ڈو مور' (do more) کے جواب میں ہم انہیں صحیح معنوں میں 'نو مور' (no more) کیسے کہہ سکتے ہیں؟ اور انہیں حقیقی "بالکل نہیں" (absolutely not) کیسے کہا جائیگا؟ اور اس کے لیے ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ ہمارے ملکوں میں امریکی مداخلت ہمارے اسد مجید کے اُن کے ڈونلڈ لیو (Donald Lu) سے مزاکرات سے بہت بڑھ کر ہے۔ یہ الہان عبداللہ عمر کی عمران خان اور جاوید باجوہ سے ملاقات سے کہیں زیادہ ہے۔ تو پھر یہ سب کیا ہے؟ یہ سب اداروں کا ایک انتہائی باریک اور پیچیدہ نظام ہے جس نے کئی دہائیوں سے ہماری غلامی کو یقینی بنایا ہوا ہے اور اب تک ان اداروں کے ذریعے ہمیں مسلسل کنٹرول کیا جارہا ہے۔

اگر ہم واقعی غیر ملکی مداخلت اور سازشوں سے آزاد ہونے میں دلچسپی رکھتے ہیں تو اس پیچیدہ نظام کے چار بنیادی طریقہ کار ہیں جن کا سمجھنا ہمارے لئے بہت ضروری ہے۔ یہ چار طریقہ کار درج ذیل ہیں:

1. بین الاقوامی ادارے اور بین الاقوامی قوانین:

آیئے ہم بین الاقوامی اداروں، جیسے اقوام متحدہ (UN)، بین الاقوامی مالیاتی فنڈ (IMF)، ورلڈ بینک (World Bank)، فنانشل ایکشن ٹاسک فورس (FATF)، بین الاقوامی ایٹمی توانائی ایجنسی (IAEA)، پائیدار ترقی کے اہداف (SDGs)، انسانی حقوق اور آزادیوں کی مختلف درجہ بندیوں، اشاریوں اور عدالتی اداروں جیسے عالمی عدالت انصاف (ICJ) سے شروع کرتے ہیں۔ آیئے آئی ایم ایف پر ایک مثال کے طور پر غور کرتے ہیں۔ ہم ایک آزاد ملک کیسے ہو سکتے ہیں کہ جب ہمارے ادارے جیسا کہ فیڈرل بورڈ آف ریونیو، وزارت خزانہ، وزارت توانائی، وزارت پٹرولیم، وزارت تجارت وغیرہ کے اعلیٰ بیوروکریٹس ہمارا سارا ڈیٹا اور حساب کتاب واشنگٹن لے جاتے ہیں تاکہ وہ ہمیں یہ بتائیں کہ سبسڈی کہاں دینی ہے اور کہاں سے واپس لینی ہے، وہ ہمارے لیے پیٹرول، گیس اور بجلی کی قیمتیں طے کریں، انکم ٹیکس کی شرح، درآمدی ڈیوٹی، برآمدی اہداف، مالیاتی خسارہ، بنیادی توازن، کرنٹ اکاؤنٹ خسارہ، غرض یہ کہ اس نا ختم ہونے والی فہرست کے ہر معاملے کو ہمارے لیے وہ طے کریں! اسی طرح ہماری کشمیر پالیسی اقوام متحدہ کے ہاتھ میں ہے۔ ورلڈ بینک فیصلہ کرتا ہے کہ ہمیں کن منصوبوں میں سرمایہ کاری کی اجازت ہے اور کن میں نہیں۔ بین الاقوامی ایٹمی توانائی ایجنسی (IAEA) ہمارے جوہری اثاثوں کا کنٹرول اور توازن رکھتی ہے، جو دنیا کے سب سے بڑے اثاثوں میں سے ایک ہیں۔ عالمی عدالت انصاف (ICJ) نے ہمیں اس سے روک دیا کہ ہم بھارتی جاسوس کلبھوشن یادیو کو سزا دے کر انصاف کی فراہمی کو یقینی بنائیں جس نے ہماری عدلیہ اور انٹیلی جنس ایجنسیوں کا مذاق بنایا۔

2. اختیار کیے گئے مغربی نظام:

مغرب کی طرف سے استعمال ہونے والا دوسرا طریقہ کار مختلف نظاموں اور اداروں کے ذریعے ہے جنہیں ہم نے گزشتہ کئی برسوں سے ارادی سے یا غیر ارادی طور پر اپنایا ہوا ہے۔ چاہے یہ جمہوریت ہو، سرمایہ دارانہ معاشی طرز عمل ہو، عام قانون ہو، نظامِ تعلیم ہو، تعزیراتِ پاکستان ہو یا اس طرح کے بہت سے دوسرے نظام، یہ سب کے سب

ہمارے ملکوں پر مغرب کی گرفت کو مضبوط کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ پاکستان کا آئین، جسے بعض لوگ ایک مقدس دستاویز قرار دیتے ہیں، اس طرح لکھا گیا ہے کہ اسلام کے نفاذ کو روکا جائے اور حکمرانوں کو ایسے چور دروازے فراہم کیے جائیں جن کے ذریعے وہ احتساب سے بچ سکیں۔ مثال کے طور پر جمہوریت کو لے لیجیے، یہ اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ حکمران جو بھی غلط کام کریں، اسے پارلیمنٹ کے ذریعے قانونی شکل دے سکیں تاکہ قانون کے دائرے میں ہونے کی وجہ سے اُن کی پکڑ نہ ہو سکے۔ لہٰذا اس نظام میں جیب کترے، چور ڈاکو، لوٹ مار کرنے والوں اور ان جیسے لوگوں کو تو برداشت نہیں کیا جاتا لیکن اس امر کو یقینی بنایا جاتا ہے کہ پارلیمنٹ میں بیٹھے مغربی لباس پہنے اور انگریزی لہجے میں بات کرنے والے سفید پوش مجرموں کو کبھی بھی مجرم ثابت نہ کیا جا سکے، کیونکہ یہ سارا نظام ہی دراصل اس طرح بنایا گیا ہے کہ ان کی حفاظت ہو سکے۔ یہ لوگ پارلیمنٹ کے ذریعے لوٹ مار کو قانونی شکل دے کر ہمارے ملک کی دولت کو چوس کر آئی ایم ایف اور مغربی ممالک کے خزانے میں جمع کرواتے ہیں۔ مشہورِ زمانہ صحت کارڈ اسکیم کو ایک اور کیس اسٹڈی کے طور پر لے لیجیے، جو کہ در حقیقت صحت کے شعبے کی نجکاری کر کے انشورنس کمپنیوں اور نجی اسپتالوں کو فائدہ اٹھانے کا موقع فراہم کرنے کا ایک طریقہ ہے کہ جس کے نتیجے میں سرکاری اسپتالوں کی فنڈنگ میں زبردست کٹوتی ہوئی۔ یا بجلی کی پیداوار کو لے لیں جسے واپڈا سے لے کر نجی کمپنیوں کو دے دیا گیا، جنہوں نے ایسے منافع بخش (قانونی) معاہدے کیے ہوئے ہیں کہ انہیں 'صلاحیت کی ادائیگی' (Capacity Payments) کی مد میں بھاری ادائیگیاں کی جاری رہیں ہیں، چاہے وہ بجلی کی پیداوار کریں یا بیکار بیٹھے رہیں۔ آئی ایم ایف کے حکم پر اسٹیٹ بینک کو خود مختاری دینے کے لیے پارلیمنٹ کا استعمال کیا گیا۔ سرمایہ دارانہ معاشی طریقے کئی دہائیوں سے ہماری معیشت کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ سود جو سرمایہ دارانہ معاشی نظام کا ایک بنیادی عنصر ہے، وہ ہماری معیشت کا بھی اتنا ہی اٹوٹ حصہ ہے جتنا یہ مغرب کا ہے، باوجود اس کے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سورہ البقرہ کی آیت 275 میں اسے اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے ساتھ کھلی جنگ قرار دیا ہے۔ سزا یافتہ قاتل اور غنڈے صدارتی معافی کی وجہ سے آزاد ہو جاتے ہیں کیونکہ آئین کے آرٹیکل 45 نے صدر کو عام معافی دینے کا یہ حق دیا ہے۔ جہاں تک تعلیمی نظام کا تعلق ہے، اگرچہ سائنس کے ان معاملات میں، جو حقائق اور حقیقت کے مطالعہ پر مبنی ہوں، ان کو اپنانا درست ہے مگر ایسے معاملات کو اختیار کرنا قطعی طور پر جائز نہیں جو ایک مخصوص عالمی نقطہ نظر کا نتیجہ ہیں۔ اس کو سمجھنے کے لیے سماجی علوم اور

اقتصادیات اچھی مثال ہیں۔ مغربی نظریہ معاشی وسائل کو قلیل سمجھتا ہے اور اس مسئلے کے حل کے طور پر پیداوار کو زیادہ سے زیادہ بڑھانے کا مشورہ دیتا ہے، جبکہ اسلام معاشی وسائل کو (بنیادی ضروریات کیلئے) کافی سمجھتا ہے اور اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ دولت چند امیر لوگوں کے درمیان ہی نہ گردش کرتی رہ جائے، جو درحقیقت سرمایہ داریت کے تحت ہوتا ہے۔ اسی طرح سماجیات، بشریات، پالیسی وغیرہ سب ایسے مضامین ہیں جو اگر مغربی نظریے سے پڑھائے جائیں تو ہمیں اسلام سے مزید دور لے جاتے ہیں۔ بدقسمتی سے آج ہمارے اعلیٰ تعلیمی ادارے ہی ہیں جنہوں نے ان مضامین میں مہارت حاصل کی ہے، چاہے وہ LUMS ہو یا IBA۔

3. مغربی ایجنٹ:

تیسرا طریقہ کار مغربی ایجنٹوں کے ذریعے انجام دیا جاتا ہے۔ ہمارے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ مغربی ایجنٹ ہونے کا مطلب کیا ہے۔ یہ وہ حکمران طبقہ ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے، جو مغربی اداروں، نظاموں، افکار، نظریات اور حل سے متاثر شدہ ہے۔ یہ طبقہ پورے دل سے مغرب کی فکری برتری پر یقین رکھتا ہے اور اسلام اور اس کے حل کو ماضی کی چیز سمجھتا ہے۔ یہ مغرب والوں کو اپنا نجات دہندہ اور ان کو اپنے نظام کو آگے بڑھانے کا واحد راستہ سمجھتے ہیں۔ ان مغربی نظاموں سے ان کی محبت خود ان صفاتی اصطلاحات سے ظاہر ہوتی ہے جو وہ ان کو بیان کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں، جیسے ترقی پسند، جدید، عملی، ارتقائی وغیرہ ہیں، جبکہ شرعی قوانین کی بات کی جائے تو جو صفاتی اصطلاحات یہ لوگ اکثر استعمال کرتے ہیں وہ ہیں پسماندہ، پرانے، وحشیانہ، رجعت پسند وغیرہ۔ مفتاح اسماعیل کا حال ہی میں وحی پر مبنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے احکامات کا اپنے امریکی آقاؤں کے سامنے مذاق اڑانا کوئی ایک چھوٹا سا واقعہ نہیں ہے بلکہ معمول کی بات ہے۔ ہر مغربی چیز کے لیے یہ انتہائی عقیدت اور ہر اسلامی چیز سے شدید نفرت ان کے تمام اعمال سے عیاں ہے اور اسی لئے ان کے رویوں میں اسلام کی طرف داری کی کسی بھی قسم کی تبدیلی کو لوگوں کی اسلام سے محبت کی وجہ سے انہیں دھوکا دینے کی ایک سیاسی چال کے طور پر دیکھا جانا چاہیے۔ دراصل چاہے ان کا لباس ہو، تعلیم ہو، تربیت ہو، رہائش ہو، سرمایہ کاری ہو، حوالہ جات ہو، مسائل کا حل ہو، سوچ ہو، سب کچھ 'امپورٹڈ' ہے۔ یہ لوگ امت کے مسائل کو مغربی فکر کی عینک سے اس طرح سے دیکھتے ہیں کہ گویا یہ کوئی جرم ہی نہیں، صرف یہی نہیں

بلکہ یہ تو عوام کو اس عدم تحفظ سے دوچار بھی کر رہے ہیں۔ بد قسمتی سے ہماری عسکری قیادت مغربی سوچ رکھنے میں اپنے سیویلئین (civilian) ہم وطنوں سے پیچھے نہیں ہیں، جس کا اندازہ اسلام آباد سیکیورٹی ڈائیلاگ کے دوران جاوید باجوہ کے حالیہ بیانات سے کیا جا سکتا ہے۔ اس حکمران طبقہ میں موجود مخلص لوگ بھی مغربی نظریے کی غلامی میں اس قدر غرق ہیں کہ غیر مخلص لوگوں سے بھی زیادہ خطرناک بن گئے ہیں۔ یہ نادانستہ طور پر مغربی اداروں کو مضبوط کر کے اسلام کو کمزور کر رہے ہیں اور اس طرح آنے والی نسلوں کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ ان کی غیر ملکی ڈگریاں دراصل نقصان دہ ہیں کیونکہ یہ لوگ جن چیزوں کی وکالت کرتے ہیں اُن کی اسلام میں کوئی بنیاد ہی نہیں ہے۔

4. ہماری زمینوں پر ان کی براہِ راست موجودگی:

ہمارے ممالک پر مکمل کنٹرول کو یقینی بنانے کے لیے مغرب کا چوتھا طریقہ کار ان کی براہِ راست موجودگی ہے۔ جب مندرجہ بالا تین طریقہ کار اپنی جگہ کامیابی سے ٹھیک کام کر رہے ہوں تو یہ براہِ راست موجودگی ان کے سفارت خانوں اور قونصل خانوں تک محدود رہتی ہے، لیکن جب ان کا کنٹرول کسی جگہ کمزور پڑتا ہے تو وہ زمین پر اپنے فوجی بھیجنے سے نہیں ہچکچاتے۔ افغانستان میں مغربی افواج، عراق میں امریکی فوجیں، شام میں روسی جیٹ طیارے اور کشمیر میں امریکی اجازت سے بھارتی افواج کی موجودگی اس کی چند حالیہ مثالیں ہیں۔ اس مداخلت کو مکمل ختم کرنے کی ضرورت ہے، اور شر انگیز ممالک کے سفارت خانوں کو مکمل طور پر بے دخل کیا جانا چاہیے جبکہ جن کو رہنے کی اجازت دی جائے تو ان کے کردار کو واضح بتا دیا جائے جو کہ ویزا کے اجراء اور دیگر متعلقہ معاملات تک محدود ہو۔ ریمنڈ ڈیوس جیسے کرائے کے فوجیوں اور قاتلوں کی رہائش کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ امریکہ کو پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد کے قلب میں 37 ایکڑ پر مشتمل کمپاؤنڈ کی ضرورت ہے؟

آگے بڑھنے کا راستہ:

ہم ایک مشکل ترین دور میں رہ رہے ہیں جہاں چیلنجز بہت زیادہ ہیں لیکن مواقع بھی بہت ہیں۔ اس وقت دنیا اتنی منقسم اور بٹی ہوئی ہے کہ شاید پہلے کبھی نہیں تھی۔ ہم تیسری عالمی جنگ کے دہانے پر ہیں جہاں ایک جنگ میں الجھا

ہوا روس جوہری ہتھیاروں کے استعمال کے اپنے آپشنز پر غور کر رہا ہے۔ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی طرف سے لگائی گئی پابندیاں یورپ کو بھی اتنا ہی نقصان پہنچا رہی ہیں جتنا روس کو۔ بھارت اور چین کے تعلقات حالیہ مہینوں میں خراب ہوتے جا رہے ہیں۔ دونوں عالمی طاقتیں ہمالیہ کے علاقے میں اپنی متنازع سرحد پر ایک دوسرے کے خلاف آمنے سامنے ہیں۔ بریگزٹ (Brexit) اور بہت سے یورپی ممالک میں دائیں بازو کی حکومتوں کے آنے کے بعد، یورپ کا اتحاد ایک خواب بن کر رہ گیا ہے۔ یہ وہ وقت ہے کہ دنیا ایک اور عالمی نظام کے لیے تیار ہے جو مسلم سرزمین کو اس ادارہ جاتی استعماریت سے آزاد کرائیگا اور ہمیں دوبارہ ترقی کی راہ پر گامزن کرے گا۔ مغرب کو "نہ" کہنے اور ایک عالمی خلافت کے قیام کے لیے اس سے بہتر وقت بھلا اور کیا ہوگا جو مسلم ممالک کو ایک قیادت کے تحت وحدت بخشے گی، کشمیر کو بھارت کے چنگل سے اور القدس کو صیہونی وجود کے غاصبانہ قبضے سے آزاد کرائے گی۔ لہٰذا آیئے ہم سب مل کر موجودہ بوسیدہ سرمایہ دارانہ جمہوی نظام کو رد کریں اور نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت کے دوبارہ قیام کے لیے کام کریں۔

فہرست

امریکہ کی غلامی سے نجات کے لیے ہمیں ہر صورت جمہوریت کو مسترد کر کے نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت کو قائم کرنا ہوگا

حزب التحریر ولایہ پاکستان

جب تک ہم پر جمہوریت کی حکمرانی رہے گی ہم امریکہ کی غلامی سے آزادی کی صبح نہیں دیکھ پائیں گے، خواہ ہم کتنی ہی شدت سے اس کی خواہش رکھتے ہوں۔ یہ جمہوریت ہی ہے جو اسمبلی میں بیٹھے لوگوں کو اجازت اور اختیار دیتی ہے کہ وہ مغربی استعمار کے احکامات، پالیسیوں اور قوانین کی منظوری دیں، اس کے مطالبات کو پورا کریں، اور پھر انہی کے ذریعے مغربی استعمار ہمیں اپنے کنٹرول اور اثر ورسوخ میں رکھتا ہے۔ لہٰذا پاکستان کی معیشت آئی ایم ایف (IMF) اور ایف اے ٹی ایف (FATF) کے حکم کی غلام ہے، پاکستان کی فوج امریکی سینٹرل کمانڈ (سینٹ کام) اور اقوام متحدہ کے مطالبات کے تابع ہے، تعلیمی شعبہ یو ایس ایڈ (USAID) اور یونیسکو (UNESCO) کی پالیسیوں کو نافذ کرتا ہے اور پاکستان کی عدلیہ عالمی عدالت انصاف (ICJ) اور برطانوی استعماری راج کے چھوڑے ہوئے قوانین کی تابعداری کرتی ہے۔ حکمران چاہے کوئی بھی ہو، ہمارے مسائل کی جڑ یہ نظام، نظامِ جمہوریت ہی ہے۔

بے شک یہ جمہوریت ہی ہے جو آئی ایم ایف کی پالیسیوں کی غلامی اختیار کر کے ہماری معیشت کو تباہ کرتی ہے۔ یہ جمہوریت ہی ہے جس نے پاکستان کو مقامی اور بین الاقوامی قرض فراہم کرنے والے اداروں کے لیے سونے کے انڈے دینے والی مرغی میں تبدیل کر دیا ہے، جو پاکستان کے قومی قرض میں سرمایہ کاری کرتے ہیں جبکہ اس کا بوجھ ہم اٹھاتے ہیں۔ یہ جمہوریت ہی ہے جو اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ پاکستان کے حکمران تین ہزار ارب روپے سے زیادہ رقم قرضوں پر سود کی ادائیگی پر خرچ کریں اور یہ پاکستان کی ٹیکس آمدنی کے نصف سے بھی زیادہ ہے۔ اور یہ جمہوریت ہی ہے جو اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ سود کی ادائیگی مسلسل جاری رہے اور سود کا انکار ہر گز نہ کیا جائے، خواہ یہ ٹیکسوں کے ذریعے ہمارا خون نچوڑ کر ہو یا مزید سودی قرضے لے کر، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہماری آنے والی نسلوں کو اس سے بھی بدتر

صورتحال کا سامنا کرنا پڑے گا جس کا ہمیں ابھی سامنا ہے۔ حکمران چاہے کوئی بھی ہو، ہمارے مسائل کی جڑ یہ نظام، نظامِ جمہوریت ہی ہے۔

یہ جمہوریت ہی ہے جو امریکی دفتر خارجہ، امریکی سینٹرل کمانڈ (CENTCOM) اور امریکی استعماری آلہ کار اقوام متحدہ کے مطالبات اور احکامات کو وفادار غلاموں کی طرح پورے کرتی ہے اور ہمارے دفاع و تحفظ کی جڑیں کھوکھلی کرتی ہے۔ یہ جمہوریت ہی ہے جو پاکستان کے حکمرانوں کو اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ وہ بھارت کو راضی کرنے کے لیے اقدامات اٹھائیں۔ پس یہ حکمران بیک چینلز کے ذریعے بھارتیوں کے ساتھ رابطے میں ہیں جبکہ مودی مقبوضہ کشمیر اور بھارت کے مسلمانوں پر بے دریغ ظلم ڈھا رہا ہے اور اس کی خفیہ ایجنسی 'را' پاکستان میں افراتفری پیدا کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتی۔ یہ جمہوریت ہے جو باجوہ-شہباز حکومت کو اس بات کی اجازت دے رہی ہے کہ وہ پاکستان کو خطے میں بھارت کے علاقائی عزائم کے سامنے رکاوٹ نہ بننے دیں تاکہ مودی کو چین اور خطے کے مسلمانوں کے خلاف امریکہ کے پولیس مین کا کردار ادا کرنے میں آسانی ہو جائے۔ اور یہ جمہوریت ہی ہے جس نے امریکہ کو اس بات کی اجازت دے رکھی ہے کہ وہ پاکستان کے اوپر سے گزرنے والی فضائی راہداری "دِی بولیوارڈ The Boulevard" کو مسلسل استعمال کرے، پس خلیج میں موجود امریکی سینٹرل کمانڈ (CENTCOM) کے اڈے سے اڑنے والے ڈرون طیارے اس فضائی راہداری میں پرواز کرتے ہیں اور ڈیورنڈ لائن کے اردگرد فتنے کی آگ بھڑکاتے ہیں۔ حکمران چاہے کوئی بھی ہو، ہمارے مسائل کی جڑ یہ نظام، نظامِ جمہوریت ہی ہے۔

اے پاکستان کے مسلمانو!

یہ صرف نبوت کے نقشِ قدم پر قائم خلافت ہی ہو گی جو ہمیں امریکہ کی غلامی سے نجات دلائے گی۔ یہ صرف خلافت ہی ہو گی جو استعماری طاقتوں پر پاکستان میں مداخلت کے تمام دروازے بند کرے گی کیونکہ خلافت صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی وحی کی بنیاد پر حکومت کرے گی۔ خلافت میں ہر قانون اور آئین کی ہر شق قرآن وسنت سے اخذ کردہ ہوتی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی بابرکت کتاب میں ارشاد فرمایا، جس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے، **اَفَغَيْرَ**

اللّٰہِ اَبۡتَغِیۡ حَکَمًا وَّھُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ اِلَیۡکُمُ الۡکِتٰبَ مُفَصَّلاً " (کہو) کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور حاکم تلاش کروں حالانکہ وہی ہے جس نے تمہاری طرف تفصیل سے یہ کتاب نازل کردی ہے "(الانعام، 6:114)

یہ صرف خلافت ہی ہو گی جو ہمیں آئی ایم ایف کی معاشی غلامی سے آزاد کرائے گی، اور ہماری معیشت کو بحال کرے گی۔ صرف خلافت ہی سود کو عملاً ختم کرے گی اور سود کی تمام ادائیگیوں سے انکار کردے گی کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے سودی لین دین کرنے والوں کے خلاف جنگ کا اعلان کیا ہے۔ صرف خلافت ہی غریبوں اور قرض کے بوجھ تلے دبے لوگوں کو تمام ٹیکسوں سے نجات دلائے گی، اور زکوٰۃ سے ان کی ضروریات پوری کرے گی۔ یہ خلافت ہی ہو گی جو مالی استطاعت کے مطابق شرعی ٹیکس لگائے گی، خواہ ایک شخص زرعی زمین کا مالک ہو جو خراج ادا کرتا ہے یا صنعت کار جو نصاب سے بڑھ جانے والے تجارتی مال پر زکوٰۃ ادا کرتا ہے۔ یہ خلافت ہی ہو گی جو مسلم دنیا کے اضافی توانائی اور معدنیات کے وسائل کی نجکاری نہیں کرے گی اور انہیں عوامی ملکیت قرار دے گی، اور اس طرح اُن سے حاصل ہونے والی تمام دولت اور محصول کو نجی مالکان کی جیبیں بھرنے کے بجائے مسلمانوں کی ضروریات پر خرچ کیا جائے گا۔ یہ خلافت ہی ہو گی جو اس بات کو یقینی بنائے گی کہ ہماری کرنسی کی بنیاد سونا اور چاندی ہو، اس طرح عالمی سطح پر ڈالر کی بالادستی کو توڑا جائے گا جس کے نتیجے میں قیمتوں میں استحکام آئے گا اور کمر توڑ مہنگائی کا خاتمہ ہو گا۔

یہ صرف خلافت ہی ہو گی جو مسلم دنیا کو دنیا کی سب سے بڑی ریاست کی شکل میں یکجا کردے گی، اور جس کی افواج کے حرکت میں آنے سے قبل ہی استعماری طاقتوں کے دلوں پر خوف طاری ہو جائے گا۔ یہ صرف خلافت ہی ہو گی جو مسجد اقصیٰ اور مقبوضہ کشمیر کی آزادی کے ساتھ ساتھ ہند کو فتح کرنے کے لیے امت کی مسلح افواج کو متحرک کرے گی اور نبی کریم ﷺ کی بشارت کو پورا کرے گی۔ یہ خلافت ہی ہو گی جو دعوت اور جہاد کے ذریعے اسلام کی ہدایت کے نور کو دنیا کے چاروں جانب پھیلائے گی، جیسا کہ ماضی میں خلافت یہ کام صدیوں تک کرتی رہی اور اس نے انسانوں کو انسانوں کے بنائے ہوئے قانون کی غلامی سے آزاد کرایا، تاکہ لوگ گروہ در گروہ اسلام قبول کر سکیں۔ یہ خلافت ہی ہو گی جو رسول اللہ ﷺ کی عزت کے دفاع کے لیے اپنے فوجیوں کی جانوں کو قربان کرنے سے ہچکچائے گی

نہیں، تاکہ گستاخ کفار کی شر انگیز زبانیں خاموش کی جائیں اور شیطانی ہاتھ توڑ دیے جائیں، چاہے یہ فرانس ہو یا سویڈن یا پھر امریکہ۔

اے مسلمانو، جمہوریت کا تماشا اب بہت ہو چکا، اور بہت ہو گئی امریکہ کی غلامی، اب یہ وقت ہے کہ آپ نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت کے دوبارہ قیام کے لیے حزب التحریر کے شباب کے ساتھ جدوجہد کریں۔

اے افواج پاکستان کے مسلمانو!

امریکہ کی غلامی پر آپ کی مایوسی اور غم و غصہ کافی نہیں ہے کیونکہ یہ عمل کرنے کا اور شیر دلوں کے بہادری دکھانے کا وقت ہے۔ مایوسی اور غصہ کافی نہیں تھا جب جنرل مشرف نے پاکستان کو اسلام کے خلاف امریکہ کی صلیبی جنگ میں دھکیل دیا تھا۔ مایوسی اور غصہ کافی ثابت نہیں ہوا تھا جب جنرل کیانی نے امریکی صلیبیوں کو ہماری سرزمین پر ناپاک قدم رکھنے کی اجازت دے کر ہمیں ذلیل و رسوا کیا تھا، اور جب جنرل راحیل نے لائن آف کنٹرول پر بھارت کو ریلیف دے کر دوسری طرف قبائلی علاقوں میں فتنہ کی جنگ چھیڑی تھی۔ اور آج بھی آپ کی مایوسی اور غصہ کافی ثابت نہیں ہو گا، جب جنرل باجوہ نے مقبوضہ کشمیر کو بھارت کے سامنے سرنڈر کر دیا ہے، اور خود مودی کا سہولت کار بن گیا ہے، اور اُس نے ہی افغانستان میں امریکی اثر و رسوخ کے دروازے کو کھلا رکھا ہوا ہے اور حکومت کرنے کے لیے ظالموں، لٹیروں اور ڈاکوؤں کو ہمارے سروں پر مسلط کر دیا ہے۔

آپ کی مایوسی اور غم و غصہ کافی نہیں ہے کیونکہ یہ عمل اور بہادری دکھانے کا وقت ہے۔ جابروں کے ہاتھ کو روکنے کے لیے ابھی حرکت میں آئیں، نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت کے دوبارہ فوری قیام کے لیے امیر حزب التحریر شیخ عطاء بن خلیل ابو الرَشتہ کو اپنی نُصرۃ فراہم کریں۔ اپنی نصرۃ فراہم کریں تاکہ آپ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا حاصل کریں اور اس کے غضب سے بچ سکیں، اپنی نُصرۃ فراہم کریں تاکہ ہمارے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت کی سلامتی، اختیار، حکمرانی، وقار اور عزت بحال ہو سکے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **وَلَا تَرۡكَنُوۡۤا اِلَى الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ اَوۡلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنۡصَرُوۡنَ** "اور جو لوگ ظالم ہیں، ان کی

طرف مائل نہ ہونا، نہیں تو تمہیں (دوزخ کی) آگ آ لپٹے گی اور اللہ کے سوا تمہارے کوئی مددگار نہیں ہوں گے، پھر تمہاری مدد نہیں کی جائے گی" (ہود، 11:113)

28 رمضان 1443 ہجری	**حزبُ التّحریر**
29 اپریل 2022 عیسوی	**ولایہ پاکستان**

فہرست

کیا عمران خان نے واقعی ایک جائز تحریک کو جنم دیا ہے جس میں دی جانے والی قربانیاں بار آور ثابت ہوں گی؟!

بلال المہاجر-ولایہ پاکستان

جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ عمران، وزیر اعظم کے عہدے سے ہٹائے جانے کے بعد، ایک جائز قربانی کی تحریک کو کھڑا کر رہا ہے، اور اس کی جگہ حکومت کے لیے ایک نیا چہرہ، شہباز شریف، منتخب کیا گیا ہے، وہ افسوسناک طور پر غلطی پر ہے۔ عمران خان اچھی طرح جانتے ہیں کہ کس طرح حکمرانوں کا انتخاب اور انہیں کنٹرول ملک میں حقیقی پالیسی سازوں کے ذریعے کیا جاتا ہے، جو فوجی قیادت کے اندر ایک دھڑا ہے۔ تب ہی وائٹ ہاوس میں بیٹھے حکومت کے اصل مالک نے چہرے کی تبدیلی کی توثیق کی۔ عمران جانتے ہیں کہ ملک میں جمہوری نظام باقی دنیا کی جمہوریتوں کی طرح ایک دھوکہ ہے کہ عوام کو حکمران اور آئین کے انتخاب کا حق اور آزادی کا حاصل ہے۔

تاہم، حقیقت میں، جمہوریت بذات خود ریاست میں ریاست (ڈیپ سٹیٹ) کا ایک چہرہ ہے جو سیاست دانوں کو ہدایت دیتی ہے، ان کو پالیسیاں بنانے کا حکم دیتی ہے کہ جن پر انہیں عمل درآمد کرنا ہے۔ سیاست دانوں کو ان ہدایات اور پالیسیوں کو لازمی نافذ کرنا ہوتا ہے ورنہ انہیں مقدمات، قید و بند یا قتل کا سامنا کرنا پڑے گا۔ صرف پاکستان میں ہی جمہوریت کی اس تاریخ کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ لیاقت علی خان، ذوالفقار علی بھٹو اور بے نظیر بھٹو کا قتل اس بات کی تصدیق کرنے والی مثالیں ہیں۔ اس طرح چند منتخب نمائندوں، وزراء اور وزرائے اعظم کی گرفتاری یا جلاوطنی ہی واحد آپشن نہیں ہے۔ یہ کوئی آخری حربہ نہیں ہوتا بلکہ سب سے آسان حربوں میں سے ایک حربہ ہے، کیونکہ یہ پست سیاسی قیادتیں ریاست میں موجود ریاست (ڈیپ سٹیٹ) اور اس کے حقیقی آقا، واشنگٹن کے سامنے عاجز اور غلام ہیں۔

یہ وہی چیز ہے جس کے متعلق بہت سے لوگ قیاس کرتے ہیں یا شک کرتے ہیں، لیکن انہیں یقین نہیں ہے۔ اگر انہیں اس بات کا یقین ہو جائے یا یقین دلا دیا جائے تو وہ ایک ناجائز، اور استعماری کفار کی وفادار حکومت کے تابع رہنا قبول نہیں کریں گے۔ لہٰذا حکومت اس وقت تک ہی برقرار رہتی ہے جب تک کہ وہ امریکی مفادات کی خدمت کر سکتی ہے، اور اس سے پہلے کہ وہ اس مقام تک پہنچے کہ لوگ اس کی حقیقت سے آگاہ ہو جائیں، اسے ختم کر دیا جاتا ہے۔

ملک میں عمران خان کی تحریک پاکستان کے عوام کے لیے برائی ہی لائے گی۔ در حقیقت ریاست میں موجود ریاست (ڈیپ سٹیٹ) نے اپنے مفاد کے لیے عمران کو آزاد اور زندہ چھوڑ دیا۔ عمران کی تحریک حکومت کو اپنے حقیقی مخالفین کو دبانے کا موقع اور بہانہ فراہم کرتی ہے۔ ان میں سے 400 سے زائد افراد کی گرفتاری اس کی ایک مثال ہے، لہٰذا عمران کو ڈھیل دینا حقیقی مخالفین کو ختم کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ اقتدار کے حصول کی گھٹیا جدوجہد کی عوام کو بھاری قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ جہاں تک قبل از وقت انتخابات کا تعلق ہے، یہ محض اقتدار حاصل کرنے کے لیے ایک اور حربہ ہے، جس میں عوام کا کوئی فائدہ یا حصہ نہیں ہے۔ عوام کے مصائب کی بنیاد، حکومت اور آئین، انتخابات سے نہیں بدلیں گے۔ انتخابات محض حکومت کا چہرہ اور ریاست میں موجود ریاست (ڈیپ سٹیٹ) کی ظاہری شکل کو بدل دیں گے۔

اگر ہم مان بھی لیں کہ انتخابات میں عمران خان جیت جائیں گے، جس کا امکان کم ہے، تب بھی کیا عمران کے پاس کوئی نظریاتی، سیاسی اور معاشی وژن ہے جو ملک کو بحران سے نکال سکے؟! اس کا جواب نہیں ہے۔ اگر عمران کے پاس انقلابی ویژن ہوتا تو وہ اقتدار میں آتے ہی اس پر عمل درآمد کر چکے ہوتے۔ تاہم، عمران اپنے سے پہلے کے باقی 'رُوَیبِضۃ'، یعنی ادنیٰ اور گھٹیا حکمرانوں کی طرح فکری طور پر دیوالیہ ہے، بلکہ ان تمام ادنیٰ اور گھٹیا حکمرانوں کی طرح ہے جو مستقبل میں جمہوریت کی ریاست میں موجود ریاست (ڈیپ سٹیٹ) کے بطن سے جنم لیں گے۔

عمران کی تحریک حکومت کے فائدے میں جاتی ہے اور اسے یا اس کے آقا کے مفادات کو کسی بھی طرح نقصان نہیں پہنچاتی۔ مزید برآں، جمہوریت کے ذریعے تبدیلی کے دھوکے کا تعاقب کرنے کے لیے پاکستان کے گلی

کوچوں میں مجمعے لگا کر، عمران اس ناکام حکومت کے کھنڈرات پر نبوت کے نقش قدم پر خلافت کے قیام کے ذریعے امت کو حقیقی تبدیلی کی تحریک سے ہٹانے کا مقصد پورا کرتا ہے۔ اس طرح، عمران کی تحریک عوام کی توجہ کو ملک کی بگڑتی ہوئی معاشی اور سیاسی صورتحال سے ہٹانے کا باعث بنتی ہے، جہاں مہنگائی اور بے روزگاری آسمان کو چھو چکی ہے، اور جس سے نجات کا واحد طریقہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ تمام احکامات کے مطابق حکمرانی میں ہے۔

لہٰذا احتجاج میں حصہ لینے والے مخلص افراد کے ساتھ ساتھ ملک کی خاموش اکثریت سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو ملک میں حقیقی تبدیلی کا مطالبہ کرنا چاہیے۔ انہیں چاہیے کہ وہ کسی بھی سیاسی قیادت کو، چاہے اس کا تعلق حکومت سے ہو یا اپوزیشن سے ہو، اس بات کی اجازت نہ دیں کہ وہ موجودہ نظام کے تسلسل کو یقینی بناتے ہوئے انہیں دھوکہ دیں جس سے فائدہ نہیں، بلکہ بہت نقصان ہوتا ہے۔ انہیں اقتدار کے لیے وژن سے عاری سیاست دانوں کے ذاتی عزائم کے تکمیل کے لیے خود کو ایندھن بنانے کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔ جہاں تک اہل طاقت میں موجود مخلص لوگوں کا تعلق ہے، تو انہیں چاہیے کہ وہ اپنے درمیان موجود غداروں کی صفوں کو صاف کرتے ہوئے سیاسی اور عسکری قیادت کا تختہ الٹ دیں، اور ہمارے ملک سے ڈیپ سٹیٹ اور مغربی اثر ورسوخ کو ختم کریں۔ یہ سب کچھ صرف اس سیاسی قیادت، حزب التحریر، کو ان کی نصرت کی فراہمی سے ہو سکتا ہے جو حقیقی تبدیلی اور اور استعمار سے نجات کی علم بردار ہے، تاکہ شان وشوکت اور فتح کی ریاست، نبوت کے نقش قدم پر خلافت کو قائم کیا جا سکے۔

فہرست

سوال کا جواب: دعوت کی ذمہ داری اٹھانا فرض عین ہے یا فرض کفایہ

(عربی سے ترجمہ)

عبدالرحمن الملی کیلئے

سوال:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ آپ کو جزا دے اور آپ کے ہاتھوں اسلام اور مسلمانوں کو فتح عطا کرے۔

میرا سوال یہ ہے کہ کیا دعوت کا علمبردار بننا فرض عین ہے یا فرض کفایہ؟ کیا انفرادی طور پر دعوت دینا اور جماعت میں شامل ہو کر دعوت دینا ایک جیسا ہے؟

اللہ آپ پر برکتیں نازل کرے۔

جواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

1۔ خلافت کے قیام کی جدوجہد کرنا خلافت قائم ہو جانے تک فرض ہے۔ اسلامی زندگی کی واپسی کی جدوجہد کرنا اسلامی زندگی کی واپسی ہو جانے تک فرض ہے۔ یہ جدوجہد ایک جماعت میں شامل ہو کر ہی کی جا سکتی ہے۔ مسلمان کے لیے اس جماعت میں شامل ہونا فرض ہے جو جماعت اسلامی زندگی کی واپسی کے لیے جدوجہد کر رہی ہو، مگر یہ فرض

کفایہ ہے اور خلافت کے قیام کے ذریعے اسلامی زندگی کی واپسی ہو جانے تک کسی بھی قدرت رکھنے والے مکلف شخص سے ساقط نہیں ہو گا۔

2۔اس کی فرضیت کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے: **(وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ) "اور تم میں ایک جماعت ضرور ایسی ہونی چاہیے جو خیر (اسلام) کی طرف دعوت دے، نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے اور یہی لوگ کامیاب ہیں"** (آلِ عمران: 104)۔اس آیت کی تفسیر سے متعلق "کتاب التعریف" میں آیا ہے کہ:

[۔۔۔اللہ تعالیٰ اس آیت میں مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ ان میں ایک منظم جماعت ہونی چاہیے جو دو کام کرے گی:

پہلا: خیر کی طرف دعوت یعنی اسلام کی طرف دعوت

دوسرا: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (اچھائی کی طرف دعوت اور برائی سے روکنا)

منظم جماعت قائم کرنے کا حکم اگرچہ صرف طلب کی وجہ سے ہے مگر ایسا قرینہ موجود ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ طلب جازم ہے۔ وہ کام جس کا تعین اس آیت نے کیا ہے جو اس منظم جماعت کو کرنا ہے، یعنی اسلام کی طرف دعوت دینا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا، ان کی انجام دہی مسلمانوں پر فرض ہے۔ یہ کئی آیات اور احادیث سے ثابت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«وَالَّذِي نَفْسِي بِيَده لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ أو لَيُوشِكَنَّ اللَّهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَاباً من عِنْده ثُمَّ لَتَدْعُنَّهُ فَلاَ يَسْتَجِيبُ لَكُمْ» "اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم ضرور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو گے ورنہ قریب ہے کہ اللہ تم پر اپنا عذاب نازل کرے پھر تم اس کو پکارو گے تو تمہاری دعا قبول نہیں کی جائے گی" (احمد)**۔ یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ یہاں طلب جازم ہے، جو حکم کو واجب بنا دیتا ہے۔۔۔۔] ختم شد

3۔رہی یہ بات کہ یہ فرض کفایہ کیوں ہے، وہ اس لیے کہ آیت میں **(مِنْكُمْ)** "تم میں سے"، آیا ہے یعنی تم میں سے ایک جماعت ہو، یوں اس حال میں یہ فرض کفایہ ہے یعنی تم میں سے ایک منظم جماعت ہو جو اسلام کی طرف دعوت دے(خیر کی طرف دعوت دے)۔ یہ لفظ، الف اور لام کے حروف کے اضافے کی وجہ سے معرفہ ہے، لہٰذا عام ہے یعنی پورے اسلام کی طرف دعوت، اور اس کام میں سب سے اوپر ریاست ہوتی ہے۔

4۔رہی یہ بات کہ فرض کفایہ کی حقیقت کیا ہے۔۔۔

ا۔اسلامی شخصیت جزو سوم میں وجوب کے باب میں آیا ہے کہ :

[ادائیگی کے لحاظ سے فرض کی دو قسمیں ہیں: فرض عین اور فرض کفایہ، اور فرض ہونے کے لحاظ سے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں؛ کیونکہ دونوں میں وجوب ایک ہی ہے، دونوں میں طلب جازم ہے۔ تاہم ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ فرض عین ہر فرد سے انفرادی طور پر مطلوب ہے جبکہ فرض کفایہ تمام مسلمانوں سے، لہٰذا اگر فرض کفایہ ادا ہو جائے تو فرض پورا ہو جاتا ہے، چاہے مسلمانوں میں سے ہر فرد اس کی ادائیگی میں حصہ لے یا پھر ان میں سے بعض افراد اس کو انجام دے دیں۔ لیکن جب تک فرض کفایہ ادا نہ ہو جائے، یہ فرض ہر فرد پر موجود رہے گا جب تک یہ فرض ادا نہیں ہو جاتا]۔

ب۔اسلامی شخصیت جزو دوم میں آیا ہے کہ :

[اسلام کے احکامات کو نافذ کرنے اور اس کی دعوت کا علمبر دار بننے کے لیے خلیفہ کی تقرری کا مسلمانوں پر فرض ہونا ایسا امر ہے جس کے صحیح شرعی نصوص سے ثابت ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اس سے بڑھ کر یہ کہ اسلام کے نفاذ اور مسلمانوں کے تحفظ کے لیے مسلمانوں پر اللہ کی طرف سے فرض کیا ہوا ایک حتمی فرض ہے۔ یہ فرض ایک فرضِ کفایہ ہے جسے اگر کچھ لوگ قائم کر دیں تو یہ پورا ہو جاتا ہے اور دیگر مسلمانوں پر سے ساقط ہو جاتا ہے۔ اگر کچھ لوگ اس کو

قائم کرنے میں کامیاب نہ ہو سکیں، چاہے وہ اس کی قیام کی جدوجہد بھی کر رہے ہوں تو اس کی فرضیت تمام مسلمانوں پر بدستور باقی رہے گی اور جب تک مسلمان خلیفہ کے بغیر موجود ہیں یہ فرض کسی مسلمان سے ساقط نہیں ہو گا]۔

ج۔ کتاب الفکر الاسلامی میں آیا ہے:

[۔۔۔فرض جزم کے ساتھ فعل کی طلب کے متعلق شارع کا خطاب ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد: ﴿أَقِيمُواْ الصَّلاَةَ﴾ **"نماز کو قائم کرو"**(البقرۃ: 43)، ﴿انْفِرُواْ خِفَافًا وَثِقَالاً وَجَاهِدُواْ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللّهِ﴾ **"نکلو ہلکے اور بوجھل ہونے کی حالت میں اور اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو"**(التوبہ: 41)۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا فرمان «إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ» **"امام اس لیے ہوتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے"**، «مَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً» **"اور جو اس حال میں مرا کہ اس کے گردن میں (خلیفہ کی) بیعت نہیں تو وہ جاہلیت کی موت مرا"**۔ یہ سارے نصوص فعل کے متعلق شارع کا خطاب ہے جس میں طلب جازم ہے۔ جو چیز طلب کو جازم بناتی ہے وہ قرینہ ہے جو طلب سے متعلق ہے جس نے اس کو جازم بنایا اور اس کی ادائیگی واجب ہو گئی۔۔۔

اس وجہ سے یہ کہنا غلط ہے کہ فرض کفایہ وہ ہے کہ اگر کچھ لوگ اس کو انجام دینا شروع کر دیں تو وہ باقی لوگوں سے ساقط ہو جائے گا، بلکہ فرض کفایہ وہ ہے کہ اگر کچھ لوگ اس کو قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں تب وہ باقی لوگوں سے ساقط ہو جائے گا۔ اس صورت میں اس کا ساقط ہونا حقیقت ہے کیونکہ مطلوبہ عمل انجام دیا جا چکا، اور اس کے باقی رہنے کی کوئی وجہ نہیں۔ یہ ہے فرض کفایہ اور یہ بالکل فرض عین کی طرح ہی فرض ہے۔۔۔]۔

امید ہے یہ کافی ہو گا اور اللہ ہی علم اور حکمت والا ہے۔

آپ کا بھائی، عطاء بن خلیل ابو الرشتہ

22 محرم الحرام 1443ھ، بمطابق 30 اگست 2021ء

فہرست

سوال کا جواب: رویت ہلال اور فلکیاتی حساب کتاب

(عربی سے ترجمہ)

تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں، اور درود ہو اللہ کے رسول ﷺ پر، آپ ﷺ کی آل پر اور صحابہؓ پر اور جنھوں نے ان سے وفاداری کی،

ان بھائیوں کیلئے جنہوں نے ہمارے ویب پیج پر رویت ہلال اور فلکیاتی حساب کے حوالے سے سوالات بھیجے ہیں۔۔۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

رویت ہلال اور فلکیاتی حساب کے حوالے سے آپ کے سوالات مجھے ملے، ہم نے اس مسئلے کے حوالے سے بار بار لکھا مگر کوئی حرج نہیں، میں مزید وضاحت کروں گا، امید ہے کہ آپ گہری نظر سے اس پر غور و فکر کریں گے، اللہ کی توفیق سے عرض کرتا ہوں کہ:

1۔ بھائیو، ہم اس موضوع میں فلکیاتی حساب کتاب کا لحاظ نہیں رکھتے، کیونکہ نازل شدہ نص صرف رویت پر اعتماد کرتی ہے اس لیے ہم اسی بنیاد پر روزہ رکھتے ہیں اور روزہ ختم کرتے ہیں۔ جب 29 رمضان کی شام کو ہمیں چاند نظر نہیں آتا تو ہم رمضان کے تیس روزے پورے کرتے ہیں چاہے فلکیاتی حساب سے چاند موجود بھی ہو جس کو بادل یا موسم کی صورت حال نے چھپا دیا ہو۔ اعتماد صرف رویت پر ہی کیا جا سکتا ہے کیونکہ نص رویت کی بات کرتی ہے، فلکیاتی صورتحال کی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث پر غور کیجیے جس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔۔۔ راوی کہتا ہے کہ: میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: نبی ﷺ نے یا ابو القاسم ﷺ نے فرمایا: **«صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ فَإِنْ غُبِّيَ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ»** "اس (رمضان

کے ہلال) کو دیکھ کر روزہ رکھو اور اس (شوال کے ہلال) کو دیکھ کر روزہ ختم کرو اگر وہ تمہیں نظر نہ آئے تو شعبان کی گنتی تیس دن مکمل کرو"۔ اس کے بعد وہ حدیث جس کو احمد نے روایت کیا ہے :۔۔۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے ابو ہریرہؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ : رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«لَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوْا الْهِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوا حَتَّى تَرَوْا الْهِلَالَ، وَقَالَ: صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ فَإِنْ غَبِيَ عَلَيْكُمْ فَعُدُّوا ثَلَاثِينَ»** **"ہلال کو دیکھ لینے تک روزہ مت رکھو اور ہلال کو دیکھ لینے تک روزہ مت ختم کرو اور فرمایا: اس (رمضان کے ہلال) کو دیکھ کر روزہ رکھو اور اس (شوال کے ہلال) کو دیکھ کر روزہ ختم کرو اور اگر وہ تمہیں نظر نہ آئے تو تیس دن گن لو"**۔ اگر بادل ہلال کو چھپالیں اور مسلمان اس کو بادلوں کے پیچھے ہونے کی وجہ سے نہ دیکھ سکیں اگرچہ فلکیاتی حساب سے وہ موجود بھی ہو تب بھی ہم اس بناء پر روزہ ختم نہیں کریں گے، بلکہ تیسویں دن روزہ رکھنا واجب ہے کیونکہ ہم نے ہلال کو دیکھا نہیں ہے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ حدیث پر غور کرو **«فَإِنْ غُبِّيَ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ» "اگر وہ تمہیں نظر نہ آئے تو شعبان کی گنتی تیس دن مکمل کرو"**، جبکہ فلکیاتی حساب سے وہ (ہلال) موجود ہے۔

2۔ ہم جانتے ہیں کہ فلکیاتی حساب کتاب سے چاند کی صورتحال ایک لمحے کی باریکی تک بھی معلوم کی جاسکتی ہے کہ ہلال کب قریب ہوتا ہے اور ہلال کب پیدا ہوتا ہے، کب غائب ہوتا ہے اور سورج کے ڈوبنے کے بعد کتنے منٹ تک باقی رہتا ہے۔۔۔ مگر شرعی نص فلکیاتی صورتحال کی نہیں بلکہ رویت (نظر آجانے) کی بات کرتی ہے۔ مثال کے طور پر نماز کے اوقات دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ وہاں نص صرف رویت کی نہیں بلکہ فلکیاتی صورتحال کی بات کرتی ہے **﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ﴾ "نماز کو قائم کرو سورج ڈھلنے سے لے کر۔۔۔"** (الاسراء: 78)۔ **«إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ فَصَلُّوا» "جب سورج ڈھل جائے تو نماز پڑھو"**۔

اس لیے نماز کی ادائیگی وقت پر موقوف ہے، لہٰذا جس ذریعے سے بھی وقت کا شروع ہونا معلوم ہو جائے نماز پڑھی جائے گی۔ زوال کے وقت کو دیکھنے کے لیے سورج پر نظر ڈالو یا ہر چیز کے سائے کا ایک مثل یا دو مثل ہونے کو دیکھنے کے لیے سائے پر نظر ڈالو یا اس کے علاوہ دیگر ذرائع، جیسے نماز کے اوقات کے حوالے سے احادیث میں آیا ہے،

اگر ایسا کرنے سے وقت معلوم ہو گیا تو نماز درست ہے۔ اگر یہ نہ کیا جائے بلکہ فلکیاتی اعتبار سے حساب کیا جائے اور زوال کا وقت معلوم کیا جائے کہ اتنے بجے زوال ہے، اس کیلئے اپنی گھڑی میں دیکھا جائے اور سورج یا سائے کو دیکھنے کے لیے باہر نہ نکلا جائے، تب بھی نماز درست ہے، یعنی کسی بھی وسیلے سے وقت کے شروع ہونے کو معلوم کر لیا جائے۔ کیوں؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نماز کے وقت کے شروع ہو جانے پر نماز کا حکم دیا ہے اور وقت کے شروع ہونے کو معلوم کرنے کی ذمہ داری آپ پر چھوڑ دی ہے اور اس کو معلوم کرنے کا کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں کیا ہے۔

جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ آپ سورج پر نظر دوڑا کر زوال کو معلوم کر کے نماز پڑھتے ہیں، اسی طرح اپنی گھڑی کے حساب سے نماز پڑھتے ہیں یعنی یہاں (رویت اور حساب) دونوں کے اعتبار سے نماز پڑھتے ہیں کیونکہ نص نے یہاں رویت کی نہیں بلکہ فلکیاتی مظہر کی بات کی ہے۔۔۔ اور یہ روزے کے آغاز اور اختتام کے بارے میں نص کے برخلاف ہے جس میں رویت کی بات کی گئی ہے۔

3۔ رہی یہ بات کہ شہادت دینے والے کو غلط فہمی ہو سکتی ہے کہ اس نے چاند دیکھا ہے جبکہ اس نے چاند نہیں بلکہ کچھ اور دیکھا ہو، یہ قاضی یا اس صاحب اختیار شخص کی ذمہ داری ہے جو رمضان کی ابتدا اور اختتام کا اعلان کر سکتا ہے، وہی شہادتوں کے ثبوت اور عدم ثبوت کی چھان بین کرتا ہے، گواہوں کی تعداد کو دیکھے، تعداد میں اضافے سے اطمینان میں اضافہ ہو گا۔ وہی شہادت دینے والے کی نظر کی تندرستی کی تحقیق کرے گا، ہلال کی کمان کی جہت (سمت) اور غروب آفتاب کے بعد کتنی دیر تک وہ موجود رہا، اس جگہ کے بارے میں پوچھے گا جہاں اس نے چاند دیکھا، کیا وہ مسلمان ہے، وہ فاسق تو نہیں، وغیرہ۔ ہمیں محمد بن عبد العزیز بن ابی رزمہ نے بتاتے ہوئے کہا: فضل بن موسیٰ نے سفیان سے، انہوں نے سماک سے، انہوں نے عکرمہ سے، انہوں نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ: ایک دیہاتی نبی ﷺ کے پاس آیا، **«فَقَالَ رَأَيْتُ الْهِلَالَ فَقَالَ أَتَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ قَالَ نَعَمْ فَنَادَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ صُومُوا»** **"کہا میں نے چاند دیکھ لیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے رسول اور بندے ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں۔ تو آپ ﷺ نے اعلان کیا کہ روزہ رکھو"** (سنن نسائی)۔

اس طرح شہادت دینے والے سے تحقیق کی جائے گی مگر فلکیاتی حساب کتاب کو اس موضوع میں داخل نہیں کیا جائے گا، یعنی یہ نہیں کہا جائے گا کہ: فلکیاتی حساب تو کہتا ہے کہ چاند بادلوں کے پیچھے موجود ہے یا وہ کہتا ہے کہ چاند موجود ہی نہیں، کیونکہ اس میں فلکیاتی حساب کو لانا رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے خلاف ہے: **«صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ، وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ، فَإِنْ غُبِيَ عَلَيْكُمْ فَعُدُّوا ثَلَاثِينَ» "اس (رمضان کے ہلال) کو دیکھ کر روزہ رکھو اس (شوال کے ہلال) کو دیکھ کر روزے ختم کرو، اگر وہ تمہیں نظر نہ آئے تو تیس دن گن لو"**۔ نص واضح ہے کہ مہینے کو تیس دن سمجھو اگرچہ فلکیاتی حساب کے مطابق چاند بادلوں کے پیچھے موجود ہے مگر نظر نہیں آرہا ہے۔

4۔ رہی اس سوال کی بات کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ، لاَ نَكْتُبُ وَلاَ نَحْسُبُ، الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا يَعْنِي مَرَّةً تِسْعَةً وَعِشْرِينَ وَمَرَّةً ثَلَاثِينَ» "ہم ان پڑھ امت ہیں، نہ لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں، مہینہ ایسا ہوتا ہے یا ایسا ہوتا ہے، یعنی ایک بار انیتس دن اور ایک بار تیس دن"** (بخاری)۔ اس کا مفہوم مخالف یہ نہیں کہ ہم رویت پر اس لیے چلتے ہیں کیونکہ ہم لکھتے نہیں اور حساب کتاب نہیں کرتے، لیکن جب ہم حساب کتاب سیکھ لیں گے تو ہم فلکیاتی حساب پر چلیں گے۔ یہ سمجھنا درست نہیں بلکہ یہ مردود ہے جیسا کہ علم اصول میں معلوم ہے کہ یہ مفہوم معطل ہے، کیونکہ اُمی (ان پڑھ) اکثریت کے لحاظ سے ہے کیونکہ عربوں میں اکثریت امیوں کی تھی، اس سے بڑھ کر یہ کہ یہ مفہوم دوسری نص کے منطوق (الفاظ) سے معطل ہو گیا ہے جو یہ ہے **«فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِينَ» "اگر وہ تمہیں نظر نہ آئے تو تیس دن کی گنتی مکمل کرو"** (بخاری)۔ اس کے ساتھ کسی قید کا کوئی ذکر نہیں کہ جب رویتِ ہلال بادلوں یا بارش یا کسی بھی وجہ سے ممکن نہ ہو، حکم شرعی مہینے کے تیس دن پورے کرنا ہے، چاہے ہلال موجود ہو مگر بادلوں میں چھپ گیا ہو۔ لہذا حدیث کے منطوق پر عمل کیا جائے گا اور مفہوم مخالفہ کو معطل کیا جائے گا۔ یعنی یہاں مفہوم مخالفہ دو امور کی وجہ سے معطل ہے: یہ غالب اکثریت کے لیے ہے اور نص کا منطوق اس مفہوم کے بر خلاف ہے۔

یہ ایک سے زیادہ حالتوں میں مفہوم پر عمل کرنے کی شرائط کیلئے درست ہے۔ اگر یہ غالب اکثریت کے بارے میں ہو تو معطل کیا جائے گا یا دوسری نص اس کو اپنے منطوق سے معطل کر دے، مثال کے طور پر: ﴿**وَلَا تَقْتُلُوا**

أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ﴾ "افلاس کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل مت کرو"(الاسراء: 31)۔ پس "افلاس کا خوف" مفہم وصف ہے یعنی غربت کا ڈر۔ یہ بھی غالب اکثریت کے بارے میں ہے، کیونکہ اکثریت افلاس کے خوف سے ان کو قتل کرتی تھی، پھر یہ مفہوم اس نص سے معطل ہو گیا: **﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِناً مُتَعَمِّداً فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ﴾ "جو جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے"**(النساء: 93)۔ اس لیے اس مفہوم کو معطل کیا جاتا ہے، یعنی یہ نہیں کہا جائے گا کہ حرام یہ ہے کہ افلاس کے خوف سے اولاد کو قتل کیا جائے، اس لیے اگر کوئی غنی ہو اور اولاد کو قتل کرے تو یہ حلال ہے! بلکہ یہ دونوں حالتوں میں حرام ہے، چاہے قتل فقیری کی وجہ سے ہو یا امیری کی وجہ سے، اسی طرح یہ آیت **﴿لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافاً مُضَاعَفَةً﴾ "سود مت کھاؤ دو چند کر کے"**(آلِ عمران: 130)۔ **(أَضْعَافاً مُضَاعَفَةً)** "دوگنا چوگنا" وصف مفہم ہے، جو اسی طرح غالب اکثریت کے بارے میں ہے کیونکہ وہ دوگنا چوگنا سود (compound interest) لیتے تھے، پھر یہ مفہوم اس نص سے معطل ہو گیا: **﴿وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾ "اور اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام کیا ہے"** (البقرۃ: 275)۔ اس لیے اس مفہوم کو معطل کیا گیا اور اب یہ نہیں کہا جائے گا کہ حرام تو وہ سود ہے جو دوگنا چوگنا ہو رہا ہو، جبکہ سادہ سود جائز ہے، بلکہ سود حرام ہے چاہے اس کی مقدار جتنی بھی ہو کیونکہ "دوگنا چوگنا" کا مفہوم معطل ہے جیسا کہ ہم نے کہا۔

اسی طرح لفظ "اُمی" کا مفہوم معطل ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا، یعنی رویت ہلال اگر بادلوں یا بارش کی وجہ سے ناممکن ہو تو مہینے کی گنتی تیس دنوں کی ہو گی، چاہے ہمیں حساب کتاب آتا ہو یا نہ آتا ہو۔

5۔ جہاں تک اس سال عید الفطر کی بات ہے آپ نے ملاحظہ کیا ہو گا کہ اس بار ہم نے اعلان میں تاخیر کی جس کی وجہ اس معاملے کی تحقیق اور جانچ پڑتال کرنا تھی، رویت ہلال کی شہادتیں مختلف تھیں:

1۔ افغانستان، مالی، نیجیریا نے ہفتہ 30 اپریل 2022 کو غروب آفتاب کے بعد رویتِ ہلال کا اعلان کیا، اور اتوار بمطابق 1 مئی 2022 کو عید یعنی یکم شوال 1443ھ کا اعلان کیا گیا۔

ب۔ تقریباً 21 عرب ممالک نے ہفتے کی مغرب کو ہلال نظر نہ آنے کا اعلان کیا اور کہا کہ بروز اتوار، رمضان کا تیسواں روزہ ہوگا اور عید پیر بمطابق 2 مئی 2022 کو ہوگی۔

ج۔ چار ممالک کے ہاں کیلنڈر میں ہفتے کو اٹھائیس رمضان تھا اس لیے انہوں نے ہفتے کی شام کو چاند دیکھنے کی کوشش ہی نہیں کی جبکہ اتوار کی شام کو ہلال نظر نہ آنے کا اعلان کرتے ہوئے پیر 3 مئی 2022 کو تیس رمضان قرار دیا۔ یہ ممالک بھارت، بنگلہ دیش، ایران اور پاکستان ہیں۔

6۔ اس لیے جس نے ہلال دیکھا تھا اس کی پیروی کرنا ضروری تھا کیونکہ جو دیکھ لے، وہ نہ دیکھ سکنے والے کے لیے حجت ہے اور ثبوت رویت کے ذریعے ہے جیسا کہ شرعی نصوص میں ہے کہ فلکیاتی حساب کتاب کا اس موضوع میں کوئی عمل دخل نہیں کیونکہ اس حوالے سے رسول اللہ ﷺ کی حدیث واضح ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«فَإِنْ غَبِيَ عَلَيْكُمْ فَعُدُّوا ثَلَاثِينَ» "اگر وہ تمہیں نظر نہ آئے تو تیس دن گن لو"**۔ چونکہ مالی اور نیجیریا افغانستان کے مغرب میں واقع ہیں، تو اگر افغانستان میں رویت ثابت ہو جائے تو مالی اور نیجیریا میں بطریقہ اولی ثابت ہوگی، اسی بنیاد پر ہم نے تحقیق افغانستان سے شروع کی، اور ان تینوں ممالک میں رویت کا اعلان بھی کیا گیا تھا۔

ا۔ نیجیریا نے ہفتے کے دن غروب آفتاب کے بعد دیفا، طاوا، مرادی اور زندر شہر میں چاند نظر آنے کا اعلان کیا۔

ب۔ افغانستان میں سپریم کورٹ نے ہفتے کی شام کو اعلان کیا کہ یکم مئی 2022 ملک میں عید الفطر کا پہلا دن ہے۔ افغانستان میں غور، غزنی، قندھار، فراہ کے صوبوں میں رویت ثابت ہوگئی اور علاقائی کمیٹی کے مطابق یہ ثبوت 27 شہادتوں کی بنیاد پر تھا۔

ج۔ مالی نے بھی ہفتے کی شام کو دو جگہوں سے 8 شہادتیں موصول ہونے پر شوال کا چاند نظر آنے کا اعلان کیا۔

یعنی رویت کا ثبوت مختلف جگہوں سے 39 شہادتوں کی بنیاد پر تھا۔۔ ہم نے چھان بین کی پوری کوشش کی، خاص طور پر افغانستان سے کیونکہ مالی اور نیجیریا اس کے مغرب کی طرف ہیں، اور اگر افغانستان میں رویت درست ہو تو

بہ طریقہ اولی مالی اور نیجیریا میں بھی درست ہو گی۔۔۔اس لیے ہم نے ذرائع ابلاغ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ بعض ولایات سے قابل اعتماد لوگوں کے ذریعے ملنے والی خبروں پر بھی نہیں بلکہ اس پر مزید اضافہ کرتے ہوئے۔۔۔ ہم نے افغانستان میں حزب التحریر کے میڈیا دفتر سے رابطہ کیا اور یورپ میں موجود بعض افغان بھائیوں سے کہا کہ وہ افغانستان میں اپنے عزیز واقارب سے رابطہ کریں اور اطمینان حاصل کرنے کے لیے معاملے کی تصدیق کریں یہاں تک کہ ہم اس معاملے کی تصدیق ہو جانے کے بعد اس پر مطمئن ہوئے اور پھر مدینہ وقت کے مطابق رات بارہ بجے ہم نے اس کا اعلان کر دیا۔

7۔ جہاں تک یہ سوال ہے کہ مسلمان رویت کے مسئلے میں اختلاف کیوں کرتے ہیں؟ اس کا جواب سادہ اور آسان ہے، اور وہ یہ ہے:

ا۔ یہ اختلاف شرعی حکم کی پیروی نہ کرنے کا نتیجہ ہے حلانکہ شرعی حکم بالکل واضح ہے! رسول اللہ ﷺ نے رویت کی پیروی کرنے کے فرض ہونے کا حکم دیا اور اس کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: **«فَإِنْ غُبِيَ عَلَيْكُمْ فَعُدُّوا ثَلَاثِينَ»** **"اگر تمہیں نظر نہ آئے تو تیس گن لو"**۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ فلکیاتی حساب کا کوئی اعتبار نہیں، اگر چاند نظر نہ آئے اور بادل اس کو چھپالیں کیونکہ نص نے مہینے کے تیس دن مکمل کرنے کا حکم دیا ہے، چاہے ہلال بادلوں کے پیچھے موجود بھی ہو اور فلکیاتی حساب سے اس کا بادلوں کے پیچھے موجود ہونا ثابت ہو، اس کے باوجود فلکیاتی حساب پر عمل نہیں کیا جائے گا بلکہ مہینے کے تیس دن پورے کیے جائیں گے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں ہے: **«صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ، وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ، فَإِنْ غُبِيَ عَلَيْكُمْ فَعُدُّوا ثَلَاثِينَ»** **"اس (رمضان کے ہلال) کو دیکھ کر روزہ رکھو اور اس (شوال کے ہلال) کو دیکھ کر فطر کرو، اگر وہ تمہیں نظر نہ آئے تو تیس کی گنتی پوری کرو"**۔ آپ ﷺ نے فرمایا: **«لَا تُقَدِّمُوا الشَّهْرَ حَتَّى تَرَوْا الْهِلَالَ أَوْ تُكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثُمَّ صُومُوا حَتَّى تَرَوْا الْهِلَالَ أَوْ تُكْمِلُوا الْعِدَّةَ»** **"ہلال دیکھ لینے تک مہینے کو آگے مت بڑھاؤ یا پھر گنتی پوری کرلو، پھر چاند دیکھ کر روزہ رکھو یا گنتی پوری کر کے"** (ابوداؤد)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: **«إِذَا رَأَيْتُمْ الْهِلَالَ فَصُومُوا وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَصُومُوا ثَلَاثِينَ يَوْماً»** **"جب تم (رمضان کے) ہلال کو دیکھو تو روزہ رکھو اور جب اس (شوال کے ہلال) کو دیکھو تو فطر کرو اگر وہ**

تمہیں نظر نہ آئے تو تیس دن روزے رکھو" (مسلم)۔اس حوالے سے کئی احادیث موجود ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے اس معاملے میں اعتبار رویت ہلال یا تیس دنوں کی گنتی پوری کرنے کا ہے۔احادیث میں چاند دیکھنے کا ہرگز یہ مقصد نہیں کہ ہر شخص خود ہلال کو دیکھے بلکہ اس کا مطلب عادل گواہ کی گواہی بطور دلیل ہے، ابن عمر سے روایت ہے کہ : "لوگوں نے مجھے چاند دکھایا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھ لیا ہے تو آپ ﷺ نے روزہ رکھ لیا اور لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا"، اس کو ابوداود نے روایت کیا ہے۔

ب۔دوسرا سبب یہ ہے کہ مسلمان ایک خلافت میں اکھٹے نہیں اور ان کا وہ حکمران نہیں جس سے اختلاف ختم ہوتا ہے، رسول اللہ ﷺ کی حدیث پر تدبر کرنے سے یہ واضح ہوتا ہے۔احمد نے اپنی مسند میں روایت کی ہے کہ ہمیں ھشیم نے بتایا، انہیں ابوبشر نے بتایا، انھوں نے ابو عمیر بن انس سے روایت کی کہ ان کو انصار میں سے ان کے چچا نے بتایا جو کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی تھے کہ : **«غُمَّ عَلَيْنَا هِلَالُ شَوَّالٍ فَأَصْبَحْنَا صِيَاماً فَجَاءَ رَكْبٌ مِنْ آخِرِ النَّهَارِ فَشَهِدُوا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُمْ رَأَوُا الْهِلَالَ بِالْأَمْسِ فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُفْطِرُوا مِنْ يَوْمِهِمْ وَأَنْ يَخْرُجُوا لِعِيدِهِمْ مِنَ الْغَدِ»** **"شوال کا چاند ہمیں نظر نہیں آیا ہم نے روزہ رکھا پھر دن کے آخری حصے میں ایک قافلہ آیا اور قافلے والوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے گزشتہ شام کو چاند دیکھنے کی گواہی دی، آپ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ روز آج توڑ دیں اور کل عید کی نماز پڑھیں"** (مسند احمد)۔

اس وقت شہروں اور دیہاتوں کے درمیان رابطے میں مشکلات کے باوجود یہ مسئلہ رسول اللہ ﷺ کی جانب سے مدینہ میں مسلمانوں کو روزہ توڑنے کا حکم دینے سے حل ہو گیا کیونکہ صحرا میں چاند دیکھا گیا تھا، پھر آپ ﷺ نے مسلمانوں کو اگلے دن عید کی نماز کا حکم دیا کیونکہ وفد اس دن عید کی نماز کا وقت نکل جانے کے بعد مدینہ پہنچا تھا، یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب خبروں کا ایک شہر سے دوسرے شہر تک پہنچنے میں طویل وقت لگتا تھا، تو آج کیا ہونا چاہیے جب پلک جھپکتے میں خبر ایک شہر سے دوسرے شہر پہنچ جاتی ہے؟ اگر آج مسلمانوں کا ایک خلیفہ ہوتا اور ان کی ایک ریاست ہوتی تو یہ سب اللہ کے بندے بھائی بھائی ہوتے، خاص طور پر ہر اس معاملے میں جو امت کی وحدت کا معاملہ ہو،

اسلام نے ریاست کو، جماعت کو اور فرد کو شرعی تبنی کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس لیے اس شرعی رائے کی تبنی جو مسلمانوں کو یکجا کر دے، اسلام میں ایک عظیم امر ہے۔

یہ دو امور وہ ہیں جو اختلاف کو ختم کریں گے اور مسلمانوں پر یہ فرض ہے کہ وہ خلافت کو قائم کرنے کے لیے مقدور بھر کوشش کریں تاکہ مسلمان دوبارہ وہ بہترین امت بن جائیں جس کا ذکر اللہ سبحانہ وتعالی نے اپنی کتاب محکم میں کیا ہے: ﴿**كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ**﴾ **"تم بہترین امت ہو جس کو لوگوں کے لیے پیدا کیا گیا ہے تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور منکر سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو"** (آلِ عمران: 110)۔

آخر میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ اللہ تمام مسلمانوں کو رشد و ہدایت سے نوازے اور اسلام کے ذریعے ان کو عزت دے، اور ان کی ریاست کو قائم کر دے جسے ایک طویل مدت گزر چکی ہے، تب ہی وہ اپنے رب کی اطاعت میں اختلاف کا شکار نہیں ہوں گے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالی فرماتا ہے: ﴿**فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ لَمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللَّهِ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ**﴾ **"وہ لوٹے اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ ان کو کوئی برائی چھو نہ سکی، انہوں نے اللہ کی رضا کی پیروی کی اور اللہ ہی عظیم فضل والا ہے"** (آلِ عمران: 174)۔

اللہ آپ کی عبادات کو قبول فرمائے، والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا بھائی، عطاء بن خلیل ابو الرشتہ

10 شوال 1443ھ، 10 مئی 2022ء

فہرست

سوال وجواب: امریکہ اور اس کی جانب سے پاکستان میں اپنے ایجنٹوں کی تبدیلی

(عربی سے ترجمہ)

سوال:

الجزیرہ نے 28 اپریل 2022 کو رپورٹ کیا کہ، "پاکستان کے وزیر اعظم شہباز شریف نے بلاول بھٹو زرداری کو وزیر خارجہ کے عہدے پر تعینات کر دیا ہے جو کہ سابق مقتول وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کے بیٹے ہیں۔۔۔ صرف 33 سال کی عمر میں بلاول بھٹو زرداری دنیا کے کم عمر ترین وزیر خارجہ بن گئے ہیں۔۔۔ اس مہینے کے آغاز میں عمران خان کو ہٹائے جانے اور وزارت اعظمیٰ کا عہدہ سنبھالنے کے بعد شہباز شریف نے 41 رکنی کابینہ کا اعلان کیا ہے۔۔۔" شہباز شریف کی حکومت، جس نے بطور مسلم لیگ (ن) کے سربراہ اپنے بھائی نواز شریف کی جگہ لی ہے، نے 19 اپریل 2022 کو حلف اٹھایا، یعنی عمران خان کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک کامیاب ہونے کے ایک ہفتے بعد۔ سوال یہ ہے کہ اس تبدیلی کا سبب کیا ہے؟ یاد رہے کہ پارلیمنٹ نے فوج کی پشت پناہی کی وجہ سے ہی عمران خان پر اعتماد کیا تھا، جبکہ اس وقت فوج دونوں جماعتوں، پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) سے ناراض تھی۔ اُس وقت سے اب تک کیا ہوا ہے؟ کیا اس سارے معاملے کے پیچھے امریکہ کا ہاتھ ہے جبکہ یہ سب جانتے ہیں کہ سالہا سال سے وہی پاکستان میں ہر حکومت کے پیچھے ہوتا ہے؟

جواب:

ان سوالات کے جواب کو واضح کرنے کے لیے ہم مندرجہ ذیل امور کو پیش نظر رکھیں گے:

پہلا: عمران خان کیسے حکومت میں آیا تھا؟

1۔ عمران کو فوج ہی حکومت میں لائی تھی۔ عمران خان نے جنرلوں کی اس قدر تابع داری کی کہ جس کی کوئی مثال نہیں۔ 2018 میں انتخابات میں کامیابی کے بعد عمران پر فوج کے بہت زیادہ قریب ہونے کی وجہ سے بہت تنقید کی گئی۔ یہ وہی وقت تھا جب اُس نے احتساب اور کرپشن سے جان چھڑوانے اور "نیا پاکستان" بنانے کا وعدہ کیا تھا۔ کچھ عرصہ پہلے تک عمران خان کو فوجی قیادت سے سب سے زیادہ قریبی تعلقات رکھنے والا سربراہِ حکومت قرار دیا جاتا رہا بلکہ اُس کو تو جنرلوں کے ماتحت ہونے کا الزام لگایا جا رہا تھا۔

اگر اُسے فوج کی حمایت حاصل نہ ہوتی تو عمران خان کو حکمرانی کرنے کے لیے درکار اعتماد کبھی نہ ملتا! عمران خان نے 1996 میں "پاکستان تحریک انصاف" کے نام سے اپنی سیاسی جماعت بنانے کا اعلان کیا۔ 1997 کے عام انتخابات میں عمران خان قومی اسمبلی کی ایک نشست پر بھی کامیابی حاصل نہ کر سکا۔ 2013 کے انتخابات میں اس کی جماعت فوج کی مدد سے ہی پاکستانی سیاست پر اثر انداز ہونے کے قابل ہوئی۔ اُس کی جماعت قومی اسمبلی کی 30 نشستوں پر کامیابی حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی، چنانچہ وہ مسلم لیگ (ن) اور پیپلز پارٹی کے بعد اپوزیشن کی تیسری بڑی جماعت بن کر سامنے آئی۔ پھر فوج نے عمران خان کو 2018 کے انتخابات جیتنے کا موقع فراہم کیا۔ مگر یہ اس وقت ممکن ہوا جب عمران خان کو فوج کے سربراہ جنرل قمر باجوہ کی حمایت حاصل ہوئی جو عام انتخابات کی نگرانی کر رہے تھے۔

2۔ فوج اور انٹیلی جنس ادارے نے لیفٹیننٹ جنرل فیض حمید کی قیادت میں عمران خان کے لیے سیاسی فضاء ہموار کرنے کے لیے بھرپور کام کیا۔ پاکستانی انٹیلی جنس نے ملک کے طول و عرض میں اُس کے جلسوں کو منظم کیا اور اُس کو ایک کامیاب امیدوار کے طور پر پیش کیا۔ فوج نے دوسری جماعتوں میں سے سیاست دانوں کو اپنی اپنی پارٹیوں سے منحرف کرا کر اپنے ووٹرز کے ساتھ عمران خان کی پارٹی میں شامل ہونے کے لیے قائل کیا۔ فوج نے ہی مسلم لیگ (ن) کے خلاف اقدامات کے دوران میڈیا کو ڈرا کر تحریک انصاف کے بارے میں مثبت رپورٹنگ کروائی، سیکیورٹی اہلکاروں نے مسلم لیگ (ن) کے کارکنوں کو تنگ اور گرفتار کیا۔ فوج نے ہی پس پردہ مسلم لیگ (ن) کے امیدواروں کو نااہل کروایا تاکہ وہ انتخاب میں حصہ ہی نہ لے سکیں۔۔۔

3۔ اتنی مدد کے باوجود عمران خان کی جماعت عام انتخابات میں 149 نشستوں پر ہی کامیابی حاصل کر سکی، جو کہ اکثریت کی حکومت تشکیل دینے کے لیے مطلوبہ 172 نشستوں سے کم تھیں۔ مگر وہ فوج کی جانب سے جوڑ توڑ کرنے کے بعد اتحادی حکومت تشکیل دینے میں کامیاب ہوگئے۔ اتحادی حکومت پاکستانی فوج کا منصوبہ تھا کہ اگر عمران خان کی رائے تبدیل ہو جائے اور وہ فوج کے خلاف عمل کرے، تو اس کو واپس گھر بھیجا جاسکے۔ اسی طرح انٹیلی جنس ادارے نے پیپلز پارٹی کے لوگوں کو عمران خان کی حکومت کی جانب مائل کیا۔ اسی لیے پاکستانی انٹیلی جنس ادارے آئی ایس آئی نے 17 ارکان کو عمران خان کی کابینہ میں شامل کرایا۔ اور کابینہ میں صرف تین ارکان ایسے تھے جن کا تعلق خالصتاً تحریک انصاف سے تھا اور وہ کبھی کسی دوسری جماعت کا حصہ نہیں رہے تھے!

دوسرا: وزیر اعظم بننے کے بعد عمران خان نے امریکہ کو کئی خدمات فراہم کیں:

1۔ پاکستانی ٹی وی چینل جیو نے عمران خان کا یہ قول نقل کیا کہ، "3 دسمبر 2018 کو انہیں (عمران خان کو) امریکی صدر ٹرمپ کا خط موصول ہوا، جس میں اُس نے افغان امن مذاکرات میں پاکستان سے کردار ادا کرنے کا مطالبہ کیا، اور تحریک طالبان کو مذاکرات کی میز پر لانے میں مدد کرنے کا کہا۔" (روسی سپوٹنیک-3 دسمبر 2018)۔ اسی وجہ سے عمران خان نے دو دن بعد امریکہ کے نمائندۂ خصوصی زلمے خلیل زاد سے اسلام آباد میں ملاقات کر کے اس بات کی یقین دہانی کرائی کہ پاکستان افغانستان میں امریکہ کے منصوبے پر عمل کرے گا!

2۔ سابق پاکستانی وزیر دفاع، خواجہ آصف، نے پاکستانی حکمرانوں، جن میں وہ خود بھی شامل ہے، کی خیانت کا 3 جنوری 2018 کو کیے جانے والے ٹوئیٹس میں اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ، "پوچھتے ہو کیا کیا؟ ایک آمر نے فون کال پہ سرنڈر کیا، وطن کو بارود و خون سے نہلا یا افغانستان پر اپنے اڈوں سے تمھارے 57800 حملے، ہماری گزر گاھوں سے تمھارا اسلحہ، بارود گیا، ہزاروں سویلین، فوجی، بریگیڈیئر، جنرل، جواں سال لیفٹیننٹ آپکی چھیڑی جنگ کی بھینٹ چڑھ گئے۔۔۔ جو آپ کا دشمن، وہ ہمارا دشمن۔ ہم نے گوانتانا موبے کو بھر دیا۔ ہم آپ کی خدمت میں اتنے مگن ہوئے کہ پوری ملک کو دس سال تک لوڈ شیڈنگ اور گیس شارٹیج کے حوالے کیا، معیشت برباد ہوگئی لیکن خواہش تھی

آپ راضی رہیں، ہم نے لاکھوں ویزے پیش کئے بلیک واٹر، ریمنڈ ڈیوس نیٹ ورک جگہ جگہ پھیل گئے۔۔۔"اس سے زیادہ واضح اور صاف بات نہیں ہو سکتی کہ پاکستان نے ایک ایسی جنگ لڑی جو اس کی جنگ نہیں تھی۔۔۔اس نے امریکہ کی خاطر مسلمان بچوں کا خون بہایا۔۔۔اور اس نے امریکی مفادات کی تکمیل کے لیے اپنے اسلامی دین کی اقدار کو پامال کیا۔۔۔

3۔ جیسا کہ وہ باقی کاموں میں ناکام رہا، اُسی طرح بھارت کے حوالے سے بھی عمران نے زبانی جمع خرچ کے سوا، کشمیر کے بھارت سے جبری الحاق کے بارے میں خاموشی اختیار کی۔ ہم نے 18 اگست 2019 کو سوال کے جواب میں کہا تھا، "جب ہندوستان نے کشمیر کی خصوصی حیثیت کو تبدیل کرنے کے اپنے حالیہ فیصلے کا اعلان کیا تب پاکستان کا موقف رسوا کن تھا اور بات مذمت سے آگے نہیں بڑھی۔ پاکستانی دفتر خارجہ نے اپنے بیان میں کہا کہ: 'پاکستان نئی دلی کی جانب سے آج (پیر، 5 اگست 2019) کو کیے جانے والے اعلان کی مذمت کرتا ہے اور اس اعلان کو مسترد کرتا ہے۔ ہندوستانی حکومت کی جانب سے کوئی یکطرفہ اقدام اس کی متنازعہ حیثیت کو تبدیل نہیں کر سکتا، جیسا کہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل (UNSC) کی قراردادوں میں درج ہے، پاکستان غیر قانونی اقدامات کا مقابلہ کرنے کے لیے تمام ممکنہ آپشن استعمال کرے گا۔' (اے ایف پی 5 اگست 2019)۔۔۔یعنی بالکل اسی طرح جیسے عباس کی (فلسطینی) اتھارٹی اور اس کے ارد گرد کی عرب حکومتیں کرتی ہیں، وہ یہودی وجود کی جانب سے فلسطین کی مبارک سرزمین القدس کو پامال کرنے کی مذمت اور اس پر احتجاج کرتی ہیں مگر جنگ کے لیے افواج کو متحرک نہیں کرتیں۔ پاکستان بھی یہی کردار دہرا رہا ہے اور افواج کو حرکت میں لائے بغیر محض بھارتی اقدامات کو مسترد کرتا ہے!"

4۔ عمران خان نے آئی ایم ایف کے ساتھ لین دین کیا جبکہ آئی ایم ایف کو امریکہ کنٹرول کرتا ہے۔ عمران خان نے آئی ایم ایف کی پالیسیوں کو نافذ کیا، حالانکہ اس نے انتخابی مہم میں اُن سے معاہدوں کی مخالفت کی تھی۔ عمران خان نے اقتدار میں آنے سے قبل 18 ستمبر 2011 کو برطانوی اخبار "دی گارڈین" کو ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ، "ایک ملک جو امداد پر انحصار کرتا ہے؟ اس سے تو موت بہتر ہے۔ یہ آپ کو اپنی صلاحیتوں کو حاصل کرنے سے روکتا ہے، جیسا کہ استعمار نے کیا تھا۔ امداد ذلت آمیز ہے۔ ہر وہ ملک جس کے بارے میں میں جانتا ہوں کہ انہوں نے آئی ایم ایف یا

ورلڈ بینک کے پروگرام لیے، اس نے صرف غریبوں کو غریب اور امیروں کو مالا مال کیا۔" پھر اقتدار میں آنے کے بعد اس نے اپنا وعدہ توڑ دیا! بین الاقوامی مالیاتی فنڈ کے ساتھ گفت و شنید کا آغاز ہو گیا۔ پھر، 3 جولائی، 2019 کو، آئی ایم ایف نے 39 ماہ کی توسیعی فنڈ سہولت کے تحت پاکستان کے لیے 6 ارب ڈالر کے قرض کا بندوبست کرنے پر اتفاق کیا۔۔۔

5۔ پاکستانی وزیر اعظم عمران خان نے 22 جولائی 2019 کو فاکس نیوز کو انٹرویو میں امریکہ کے لیے اپنی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا: "پاکستان میں ہم نے ہمیشہ یہ محسوس کیا کہ ہم امریکہ کے اتحادی ہیں اور اگر ہمیں اسامہ بن لادن کے بارے میں معلومات دی جاتیں تو ہم اسے پکڑ لیتے۔ لیکن اس کے باوجود پاکستانی انٹیلی جنس ایجنسی نے امریکی سی آئی اے کو وہ معلومات فراہم کیں جن سے القاعدہ تنظیم کے بانی اسامہ بن لادن کے ٹھکانے تک پہنچنا ممکن ہوا۔ اگر آپ سی آئی اے سے پوچھیں تو یہ آئی ایس آئی تھی جس نے فون کنکشن کے ذریعے ابتدائی جگہ کے متعلق معلومات فراہم کیں"۔ یہ باتیں "پاکستان میں ایک سال پہلے ہونے والے انتخابات کے بعد، پاکستانی سابق کرکٹر ہیرو نے وائٹ ہاوس کے پہلے دورے میں کہیں جہاں اس نے امریکی صدر ٹرمپ سے ملاقات کی،" (القدس العربی 23 جولائی 2019)۔

تیسرا: عمران خان اور فوجی قیادت کے درمیان، اور پھر امریکہ کے ساتھ تعلقات میں کشیدگی

عمران خان اپنی حکمرانی کے تین سال تک فوجی قیادت اور امریکہ کے سامنے جھکا رہا اور تیسرے سال کے اواخر میں اس کے اور فوج کے سربراہ باجوہ کے درمیان تعلقات میں کشیدگی پیدا ہوئی اور امریکہ کی جانب سے فوج کے موقف کی حمایت کرنے پر امریکہ کے ساتھ بھی کشیدگی پیدا ہوئی۔۔۔ عمران نے انٹر سروسز انٹیلی جنس (آئی ایس آئی) کے سربراہ کے لیے فوج کے امیدوار لیفٹیننٹ جنرل انجم ندیم کی تعیناتی کی مخالفت کی اور یہ نامزدگی ایک طویل عرصے تک تعطل کا شکار رہی، اور اس مخالفت کو فوج کے اندر ناپسند کیا گیا۔۔۔ المنار ٹی وی ویب سائٹ نے 27 اکتوبر 2021 کو رپورٹ کیا کہ، "انجم اپنے نئے منصب کی ذمہ داری 20 نومبر کو سنبھالیں گے۔ 6 اکتوبر کو باجوہ نے انجم کو آئی ایس

آئی کے سربراہ لیفٹیننٹ جنرل فیض حمید کی جگہ آئی ایس آئی کا سربراہ مقرر کیا تھا۔ اس سے قبل انجم ساحلی شہر کراچی کے کور کمانڈر تھے۔ باجوہ نے فیض حمید کو اسی مہینے پشاور کا کور کمانڈر تعینات کیا۔" عمران خان اعلانیہ طور پر داخلی انٹیلی جنس کی سربراہی کے لیے فیض حمید کی حمایت کر رہے تھے۔ یوں فیض حمید کی جگہ انجم کی تعیناتی کے بعد عمران حکومت کے فوج کے ساتھ تعلقات کشیدہ ہوگئے۔ یہ تعلقات مزید اس وقت کشیدہ ہوگئے جب یہ چہ میگوئیاں ہونے لگیں کہ عمران خان جنرل باجوہ کی نومبر 2022 میں ریٹائرمنٹ کے بعد فیض حمید کو آرمی چیف بنانا چاہتے ہیں۔

ظاہری بات ہے امریکہ آرمی چیف کے ساتھ کھڑا رہا۔ اسی لیے عمران خان کو فراہم کیا جانے والا اعتماد واپس لینے، اور اس کے ساتھ ہی اس کا متبادل لانے کا بھی فیصلہ ہوا۔ عمران خان تک یہ معلومات پہنچیں تو اس نے فوجی قیادت کے ساتھ صلح صفائی اور اپنے دوست فیض حمید کی جگہ انجم کی تعیناتی کی حامی بھر لی، مگر فوجی قیادت نے امریکی حمایت سے عمران کو وزارتِ عظمیٰ کے منصب سے ہٹا کر کسی اور کو لانے پر اصرار کیا! فوج اور امریکہ کو اس بات کا ڈر تھا کہ فوج کے فیصلے، کہ جس کو امریکی آشیر باد بھی حاصل تھی، کی اس طرح مخالفت فوج کو نیچا دیکھانے کا باعث بنے گی۔ لہٰذا عمران کو ہٹانے پر اصرار کیا گیا۔۔۔

چوتھا: عمران خان نے احتجاج کیا کیونکہ اس نے امریکہ کی بڑی خدمت کی تھی جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا، اور اسی طرح اس نے فوجی قیادت کی اطاعت بھی کی تھی۔۔۔ گویا اس کو یقین نہیں آرہا تھا کہ فوج اور امریکہ اتنی ساری خدمات کے بعد بھی اس کو تنہا کر سکتے ہیں۔ وہ بھول گیا یا بھلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ کافر ممالک اپنے ایجنٹوں کو سانس لینے کے لیے بھی گنجائش نہیں دیتے! بہر حال اس سے عمران خان سیخ پا ہوا اور امریکہ کے حوالے سے بیانات داغ دیے، لیکن اس وقت تک دیر ہو چکی تھی! اس کے امریکہ مخالف بیانات میں سے کچھ بیانات یہ ہیں:

1۔ 4 فروری 2022 کو یورو نیوز عربیہ نے بتایا کہ "پاکستانی وزیر اعظم عمران خان نے آج ہفتے کو غیر ملکی صحافیوں سے بات کرتے ہوئے کہا 'مجھے برطرف کرنے کے لیے دوڑ دھوپ امریکہ کی جانب سے اندرونی معاملات میں کھلم کھلا مداخلت ہے'"۔ عرب پوسٹ نے 3 اپریل 2022 کو بتایا کہ، "مقامی ذرائع ابلاغ نے بتایا کہ عمران خان

کو واشنگٹن میں پاکستانی سفیر کا پیغام موصول ہوا ہے جس میں لکھا ہے کہ اعلیٰ سطحی امریکی عہدیدار، جس کے بارے میں یہ بھی بتایا گیا کہ وہ جنوبی اور وسطی ایشیا کے امور کے لیے امریکی سیکریٹری خارجہ کے معاون، ڈونلڈ لو، ہیں نے بتایا کہ امریکہ یہ محسوس کرتا ہے کہ خان کے چلے جانے کے بعد ہی امریکہ پاکستان تعلقات بہتر ہوں گے۔"

2۔ عمران خان نے یوکرائن پر روسی حملے کے حوالے سے واشنگٹن کے موقف کے بر خلاف موقف اپنایا اور حملے کی مذمت سے انکار کیا اور یہاں تک کہ ماسکو کا دورہ کیا، اور 24 فروری 2022 کو روسی صدر پوٹن کے ساتھ نظر آئے یعنی روس کی جانب سے یوکرائن پر حملے کے پہلے دن۔ جبکہ اس کے بر خلاف پاکستانی فوج کے سربراہ باجوہ نے واضح طور پر امریکی موقف کی تائید کرتے ہوئے یوکرائن پر روسی حملے کی مذمت کی، جو خان کے حالیہ بیان کے برعکس تھا۔ الحرۃ نے 2 اپریل 2022 کو بتایا کہ، "پاکستانی فوج کے سربراہ نے یوکرائن پر روسی جنگ کی مذمت کی، اس کو فوراً روکنے کا مطالبہ کیا اور اسے ایک "بہت بڑا سانحہ" قرار دیا جس سے ایک چھوٹا ملک متاثر ہو رہا ہے۔ قابل توجہ بات یہ ہے کہ جنرل قمر باجوہ کی جانب سے روس پر تنقید اپنے ملک کے وزیر اعظم عمران خان کے موقف کے بر خلاف ہے۔ عمران خان نے یوکرائن میں جو کچھ ہو رہا ہے، اس کے حوالے سے اسلام آباد کے غیر جانبدار رہنے کی ضرورت پر زور دیا۔ اس نے روسی صدر ولادی میر پوٹن پر تنقید کرنے سے بھی انکار کیا۔"

3۔ ایک اور جگہ، 'العربی الجدید' نے 7 مارچ 2022 کو بتایا کہ، "عمران خان نے بتایا کہ یورپی یونین کے سفیروں نے خط لکھ کر اس سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ یوکرائن میں روسی فوجی آپریشن کی مذمت کرے۔۔۔ عمران نے کہا، 'میں یورپی یونین کے سفیروں سے پوچھنا چاہتا ہوں: کہ کیا تم نے ہندوستان کو بھی کوئی ایسا خط لکھا تھا؟'۔ انہوں نے مزید کہا کہ: 'ہم آپ کے سامنے کیا ہیں؟ کیا ہم کوئی غلام ہیں؟۔۔ کہ جو آپ کہیں گے ہم کرلیں؟' پاکستانی حکمران نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا، "جب ہندوستان نے مقبوضہ کشمیر میں بین الاقوامی قوانین اور اقوام متحدہ کی قراردادوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کشمیر کا سٹیٹس ختم کیا تو کیا آپ میں سے کسی نے ہندوستان کے ساتھ رابطہ توڑا؟ کیا اُن (پر) تنقید کی؟ کوئی تجارت بند کی؟"۔

پانچواں: جیساکہ ہم نے اوپر کہاکہ عمران یہ توقع نہیں کر رہا تھا کہ فوج اور امریکہ کی اتنی ساری خدمات اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکیں گی! گویا وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ جو استعماری کفار کا ایجنٹ بن کر ان کی حمایت سے اقتدار میں آتا ہے وہ ان کے لیے شطرنج کا ایک مہرہ ہوتا ہے، اور وہ اس کو جیسا چاہیں استعمال کرتے ہیں، بلکہ جب چاہیں اس کو پھینک دیتے ہیں اگر وہ بال برابر بھی ان کے مفادات کے خلاف جائے، اور عمران خان کے ساتھ یہی ہوا! پاکستانی سپریم کورٹ نے 7 اپریل 2022 کو ڈپٹی اسپیکر کی اپوزیشن کی جانب سے پیش کیے گئے عمران خان حکومت کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک پر ووٹنگ کو مسترد کرنے کے فیصلے کو کالعدم قرار دیا۔ اسی طرح صدر کی جانب سے 3 اپریل 2022 کو پارلیمنٹ کو تحلیل کرنے اور وزیر اعظم عمران خان کے مشورے پر قبل از وقت انتخابات کروانے کے فیصلے کو بھی کالعدم قرار دیا۔ سپریم کورٹ نے اس عمل کو غیر آئینی قرار دے کر کالعدم کر دیا۔ اسپیکر کو 10 اپریل 2022 کو پارلیمنٹ کا اجلاس بلانے کا حکم دیا، جس میں پاکستانی پارلیمنٹ نے 342 اراکین میں سے 174 نے عمران خان حکومت کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک کی حمایت میں ووٹ دیا۔۔۔ واضح رہے کے ان سارے اقدامات میں فوج ہی پس پردہ معاملات کی نگرانی کر رہی تھی، سینئر ججز فوج کی مکمل حمایت کے بغیر کبھی اس طرح کے اقدامات نہیں اٹھاتے۔۔۔

چھٹا: اگلے دن 11 اپریل 2022 کو پارلیمنٹ نے شہباز شریف کو اگست 2023 کے انتخابات تک کے لیے وزیر اعظم منتخب کر لیا۔ شہباز شریف سابق وزیر اعظم نواز شریف کا چھوٹا بھائی ہے۔ شہباز شریف 2018 سے پاکستان کی قومی اسمبلی میں اپوزیشن لیڈر تھا۔ شہباز نے اپنے بھائی نواز کے بعد پاکستان مسلم لیگ (ن) کی قیادت سنبھالی جس نے پارٹی کی بنیاد رکھی تھی۔ شہباز شریف فوج اور امریکہ کے اشاروں پر چلنے کے لیے تیار تھا۔۔۔ اسی لیے فوج نے عمران خان کی جگہ اس کی حمایت کی، اور اس نے مندرجہ ذیل اقدامات کیے:

1۔ شہباز نے امریکہ کی مرضی کے مطابق اپنی پالیسی شروع کی۔۔۔ ہندوستان کے ساتھ مصالحانہ لہجے سے ابتداء کی کہ وہ مزاحمت کی بجائے ہندوستان کے ساتھ بات چیت کے لیے تیار ہے۔ اپنے پہلے ہی خطاب میں شہباز شریف نے کہا: "پاکستان ہندوستان کے ساتھ اچھے تعلقات کا خواہاں ہے۔ تاہم مسئلہ کشمیر کے حل ہونے تک امن قائم نہیں ہو سکتا۔ ہندوستانی وزیر اعظم کو چاہیے کہ مسئلہ کشمیر کو حل کرنے کی اجازت دے تاکہ ہماری توانائیاں دونوں ملکوں کی

ترقی پر توجہ مرکوز کرنے کے لیے استعمال ہوں۔"(سکائی نیوز 14 اپریل 2022)۔ ہندوستانی وزیر اعظم نے ٹوئٹر پر شہباز شریف کو جواب دیا کہ، "میں شہباز شریف کو پاکستان کا وزیر اعظم بننے پر مبارک باد دیتا ہوں۔ ہندوستان خطے میں امن و استحکام کا خواہاں ہے وہ دہشت گردی سے پاک خطے کا خواہاں ہے، تاکہ ہم ترقی اور اپنی عوام کی خوشحالی پر توجہ مرکوز کر سکیں۔" یاد رہے کہ یہ وہی ہندوستانی وزیر اعظم ہے جو اسلام اور مسلمانوں کا دشمن ہے، وہ اپنے ہندو کارندوں کو ہندوستان کے مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتا ہے، ان کے گرد گھیرا تنگ کرتا ہے، ہندوستان میں مسلمانوں کے رہنے کو قبول نہیں کرتا، اور تعلیمی اداروں میں مسلمان بچیوں کو شرعی حجاب کے حوالے سے تنگ کرتا ہے۔

2۔ اخبارات کے مطابق شہباز شریف نے منتخب ہونے کی صورت میں جرنیلوں کو مل کر کام کرنے کی پیش کش کی تھی۔ اُس نے کہا تھا کہ ملک کو ضرورت ہے کہ ہم فوج کے ساتھ اختلافات بھلا کر آگے بڑھیں۔ اس سے قبل وہ 1999 میں اپنے بڑے بھائی سابق وزیر اعظم نواز شریف کا تختہ الٹنے پر فوج پر تنقید کرتا رہا ہے۔ شہباز شریف 2018 میں عمران خان کے مقابلے میں الیکشن بھی ہار چکا ہے۔ دسمبر 2019 کو نیب نے دونوں بھائیوں کی 23 جائیدادوں کو منجمد کیا تھا اور ان پر کرپشن کا الزام لگایا تھا۔ ستمبر 2020 میں شہباز شریف کو کرپشن کے الزام میں گرفتار کیا گیا پھر اپریل 2021 میں اُس کو ضمانت پر رہا کیا گیا۔ اُس کے برسرِ اقتدار آنے میں فوج کے ساتھ صلح کئی عناصر میں سے ایک عنصر ہے۔

3۔ یہاں شہباز شریف کو امریکہ کی تیز رفتار مبارکباد کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔ امریکی سیکریٹری خارجہ بلینکن نے کہا: "امریکہ پاکستان کے نو منتخب وزیر اعظم شہباز شریف کو مبارک باد دیتا ہے، ہم پاکستانی حکومت کے ساتھ اپنے تعاون کو جاری رکھنا چاہتے ہیں۔" (سکائی نیوز 14 اپریل 2022)۔ اس بیان سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ امریکہ نے فوج کے ساتھ اس کی صلح اور امریکی پالیسیوں کو جاری رکھنے کے وعدے کو قبول کر لیا ہے اسی لیے اس کو کامیاب بنانے اور اور برسر اقتدار لانے کی حامی بھر لی جبکہ اس سے قبل اسے اور اس کے بھائی نواز، دونوں کو اقتدار سے دور کر دیا گیا تھا۔ اب امریکہ نے صرف شہباز کے امریکہ کے ساتھ کام کرنے کے لئے تیار ہونے کے بعد ہی رضامندی ظاہر کی ہے، جبکہ اس نے امریکہ کی وفادار فوج سے مفاہمت کر لی ہے!

4۔ 12 اپریل 2022 کو وائس آف امریکہ نے بتایا کہ " پاکستان کی نئی حکومت نے منگل کے دن کہا کہ وہ"امریکہ کے ساتھ امن وسلامتی اور خطے کی ترقی کے مشترکہ اہداف کے حصول کے لیے مل کر کام کرے گی۔ " ۔۔۔"شہباز شریف کے دفتر نے وائٹ ہاوس کی پریس سیکریٹری، جین بساکی کے پیر کو جاری ہونے والے اس بیان کہ واشنگٹن اس بات سے قطع نظر کہ اسلام آباد کا رہنما کون ہے، اسلام آباد کے ساتھ تعلقات کو اہمیت دیتا ہے، کے جواب میں بیان جاری کرتے ہوئے کہا، "ہم امریکہ کی جانب سے پاکستان کے ساتھ طویل مدتی تعلقات دوبارہ شروع کرنے کو خوش آمدید کہتے ہیں۔۔۔ ہم ان اہم تعلقات کو برابری کے اصولوں اور مشترکہ مفادات کی بنیاد پر مضبوط کرنا چاہتے ہیں"۔۔۔ وائٹ ہاوس کی پریس سیکریٹری، جین بساکی، نے کہا" بائیڈن انتظامیہ آئینی جمہوری اصولوں کو پُرامن طریقے سے برقرار رکھنے کی حمایت کرتی ہے ، اور ہم پاکستان میں کسی ایک سیاسی جماعت کے مقابلے میں دوسری جماعت کی حمایت نہیں کرتے۔۔۔ ہم پاکستان کے ساتھ اپنے طویل مدتی تعاون کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ہم سمجھتے ہیں کہ خوشحال اور جمہوری پاکستان امریکہ کے مفاد میں ہے۔۔۔ طویل مضبوط اور دائمی تعلقات نئی اسلام آباد کی قیادت کے سائے میں جاری رہیں گے۔"

یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ امریکہ ہی اپنے سابق ایجنٹ عمران خان کو ہٹانے اور شہباز شریف کو لانے کے پیچھے ہے جو واضح طور پر اعلان کر رہا ہے کہ وہ عمران خان سے بڑھ کر امریکہ کے ساتھ مل کر کام کرنے کے لیے تیار ہے!

ساتواں: **یہ ایجنٹ نصیحت حاصل نہیں کرتے اور نہ عقل رکھتے ہیں۔** جب امریکہ ان میں سے ایک کو گراتا ہے تو دوسرا اس کو خوش کرنے کے لیے دوڑا چلا جاتا ہے، اور اقتدار تک پہنچنے کے لیے اسے اپنی خدمات پیش کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کوئی نظریاتی، آئیڈیالوجیکل سیاسی رہنما نہیں ہیں کیونکہ ان کا مقصد کسی نہ کسی طرح اقتدار تک پہنچنا ہوتا ہے۔ شہباز شریف نے نصیحت حاصل نہیں کی کہ امریکہ نے کیسے ایک بار سے زیادہ اس کے بھائی کو گرایا اور اس کو سزا دے کر جلاوطن کیا۔ امت کو آئیڈیالوجیکل سیاسی قائدین کی ضرورت ہے۔ امت کی آئیڈیالوجی اسلام ہے جو کہ تمام مسائل کا بنیادی اور درست حل دیتا ہے۔ ایسے ہی قائدین امت کو بچائیں گے، اس کو

ترقی کی راہ پر گامزن کریں گے اور امریکہ کی باج گزار ریاست سے نکال کر عظیم ریاست بنائیں گے۔ اللہ کے اذن سے پاکستان کے اندر عظیم ریاستِ خلافت راشدہ بننے کی صلاحیت موجود ہے۔

﴿إِنَّ فِي هَذَا لَبَلَاغاً لِقَوْمٍ عَابِدِينَ﴾

"بیشک عبادت کرنے والے لوگوں کے لئے اس میں (خدا کے حکموں کی) تبلیغ ہے ۔"(الانبیاء،21:106)

5شوال1443ہجری

5مئی2022

فہرست

سود ختم کرنے کے لیے جمہوریت کا خاتمہ کریں! بینکوں کا
بائیکاٹ کافی نہیں ہے، بلکہ اس جمہوریت کو ختم کریں جو
ہمیں مسلسل بڑھتے ہوئے سود پر مبنی قرضوں میں ڈبو رہی
ہے، اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دے رہی ہے۔
پاکستان کے حکمران سود پر 3,950 ارب روپے خرچ کرنے
کر رہے ہیں جو ہماری ٹیکس آمدن کا نصف سے زیادہ ہے۔
1991 میں وفاقی شرعی عدالت کے پہلے فیصلے کے وقت
قومی قرضہ 825 ارب روپے تھا۔ 2011 تک پاکستان کا
قرضہ 100 کھرب روپے تک بڑھ گیا اور پھر 2021 میں
چار گنا بڑھ کر 400 کھرب روپے تک پہنچ گیا۔ نبوت کے
نقش قدم پر خلافت قائم کریں، جس کے آتے ہی فوراً تمام
سود پر مبنی لین دین ختم ہو جائے گا۔
#AbolishDemocracy2EndRiba

EASE GIV
MY DAD
A JOB
یہ سرمایہ دارانہ نظام اور فیاٹ کرنسی ہے جس نے دنیا کو معاشی
سائیکل کے عروج و زوال (Booms and Busts) کے
مصائب سے روشناس کرایا ہے۔ عظیم کساد بازاری (Great
Depression) سونے کے معیار پر جاری ہونے والی کرنسی
کی وجہ سے نہیں آیا تھا۔ اس عظیم کساد بازاری
(1929-1939) کی بنیاد ضرورت سے بہت زیادہ پیداوار بنی،
اور یہ اس وجہ سے ہوا کیونکہ مارکیٹ وسائل کو مؤثر طریقے
سے تقسیم کرنے میں ناکام رہی ۔ بین الاقوامی ٹیرف، اسٹاک
مارکیٹوں میں قیاس آرائی پر مبنی تجارت، فریکشنل ریزرو بینکنگ
اور امریکی حکومت کی منڈیوں میں کم سے کم حکومتی مداخلت کا
گمراہ کن تصور ہی تھا، جو سب سرمایہ دارانہ نظام کے اصول
ہیں، جس کے باعث یہ کساد بازاری آئی۔ اسی طرح اس عظیم
کساد بازاری کی طوالت کی وجہ بھی سونے کے معیار پر جاری
ہونے والی کرنسی (گولڈ اسٹینڈرڈ) نہیں تھا، بلکہ زیادہ ٹیکس لگانا
اور ایک غیر مستحکم مالیاتی اور بینکنگ سیکٹر تھا ۔
#GoldSilver_NotDollar
01

نُصرۃ

نصرۃ وہ حکمِ شرعی ہے کہ جس پر آج سیاسی طور پر امت مسلمہ کے مستقبل کا دارومدار ہے کیونکہ نصرۃ کے ذریعے ہی اُس ریاستِ خلافت کا قیام عمل میں آئے گا جو ان غداریوں اور خیانتوں کے طویل سلسلے کا خاتمہ کرے گی جس کا امت کو سامنا ہے، جو اللہ کے نازل کردہ تمام تر احکامات کے ذریعے حکمرانی کا آغاز کرے گی، پوری امت مسلمہ کو ایک ریاست کے سائے تلے وحدت بخشے گی اور دعوت و جہاد کے ذریعے اسلام کے پیغام کو پوری دنیا تک لے جائے گی۔

نصرۃ کی دلیل ہمیں رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے ملتی ہے کہ جب مکہ کا معاشرہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے جامد ہو گیا تو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے حکم دیا کہ آپ مختلف قبائل پر اپنے آپ کو پیش کر کے اِن کی حمایت و نصرت طلب کریں۔

پس آپ ﷺ نے ابو طالب کی وفات کے بعد مختلف عرب قبائل کی طرف رجوع کیا یہاں تک کہ مدینہ کے اوس و خزرج قبائل کے سرداروں نے اسلام قبول کرنے کے بعد آپ ﷺ کو نصرۃ دی اور اس نصرت کے نتیجے میں ہی بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آیا۔ اور یوں وہ رہتی دنیا تک انصار کے لقب سے پہچانے گئے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ پاکستان کی افواج میں موجود مخلص افسران اپنے انصاری بھائیوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خلافت کی دعوت کے علمبرداروں کو نصرۃ فراہم کریں، اس کفریہ سرمایہ دارانہ جمہوری نظام کو اکھاڑ پھینکیں اور ایک خلیفۂ راشد کو قرآن و سنت کے نفاذ پر بیعت دیں اور رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی اس بشارت کے پورا کریں کہ جب آپ ﷺ نے فرمایا: **«ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ»** "پھر ظالمانہ حکمرانی کا دور ہو گا اور اس وقت تک رہے گا جب تک اللہ چاہیں گے۔ پھر اللہ اس کو ختم فرما دیں گے جب وہ چاہیں گے۔ اس کے بعد نبوت کے نقش قدم پر خلافت قائم ہو گی" (مسند امام احمد)